6/91

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

ماہنامہ

المرشد

لاہور

جون ۱۹۹۱ء

غلام مصطفیٰ اویسی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

اداریہ

ہمارا آدمی

یہ کون ہے؟ آپ نہیں جانتے؟ ہمارے معاشرے کا ایک فعال اور متحرک کردار ہے جس کا تعارف پروفیسر عبدالرزاق صاحب نے اتنے خوبصورت انداز میں لکھا ہے کہ یہ زندہ اور حقیقی کردار آپ کو اپنے پاس اپنے اردگرد ہی مل جائے گا اور آپ کو پہچاننے میں ذرا بھی مشکل پیش نہیں آئے گی۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:-

"کیا آپ جانتے ہیں کہ "آدمی" اور "ہمارا آدمی" میں کیا فرق ہے؟ کیوں نہیں۔ آدمی اسم ہے اور مفرد ہے۔ "ہمارا آدمی" مرکب اضافی ہے جس میں "آدمی کی اضافت "ہم" کی طرف ہے اور مگر یہ "ہم" کیا ہے اور اس کے طرف اضافت سے آدمی میں کیا فرق پڑتا ہے۔" فرق بس اتنا ہے کہ آدمی کا لفظ ہر شخص کے لیے بولا جاتا ہے اور "ہمارا آدمی" سے مراد کوئی شخص خاص ہوتا ہے۔"

"آپ تو صرف و نحو کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔ یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ معاشرے میں یا شہری ہونے کی حیثیت سے "آدمی" اور "ہمارا آدمی" میں کیا فرق ہے۔"

"ملک کا شہری ہونے کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو یا تو "ہمارا آدمی" سے واسطہ نہیں پڑا یا آپ ملکی حالات سے پورے طور پر بے خبر ہیں۔ سنیئے یہ مسئلہ ۴ مئی کے "نوائے وقت لاہور" میں بڑی وضاحت سے حل کر دیا گیا ہے۔

خبر ہے بابا شفیق نامی ایک آدمی سر بازار کلاشنکوف لیے ہوائی فائر کر رہا تھا پولیس کے کسی افسر نے اس کا نوٹس لیا۔ "آدمی" نے کلاشنکوف اپنے ایک

ساتھی کے ہاتھ میں تھما دی اور پولیس مین کی تھپڑوں اور گھونسوں سے خوب ٹھکائی کی۔ ایک بڑا افسر کمک لے کر آ گیا اور "آدمی" کو پکڑ کر تھانہ لے گیا۔ فون آیا کہ یہ ہمارا آدمی ہے۔ پولیس نے اس سے معافی مانگی کلاشنکوف واپس دی اور بڑے ادب اور لجاجت سے رخصت کیا کہ اب سمجھے آپ کہ آدمی اور "ہمارا آدمی" میں کیا فرق ہے؟ "ہمارا آدمی" وہ مافوق البشر مخلوق ہے جو ہر اخلاقی قید سے آزاد ہوتا ہے۔ ملک کا کوئی قانون اس پر لاگو نہیں ہوتا، تہذیب، شرافت اور انسانیت کے الفاظ اس کی لغت سے خارج ہوتے ہیں انسان کی شکل میں وہ ایک درندہ ہوتا ہے۔

اب سمجھے آپ کہ اس ذرا سی اضافت نے بات کہاں تک پہنچا دی۔ اضافتوں کے ایک ماہر نے کیا خوب کہا ہے۔

میری قدر کر اے زمین سخن   تجھے بات میں آسماں کر دیا

اس مخلوق کی ہمارے ملک میں اس قدر بہتات ہے کہ ہر آدمی کے متعلق شبہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں یہ "ہمارا آدمی" نہ ہو پولیس تو چہرہ دیکھ کر پہچان جاتی ہے "یہ آدمی" ہے یا "ہمارا آدمی" خدا جانے وہ لاہور کا پولیس مین اتنا سادہ کیوں تھا جو اس گزیٹیڈ "ہمارا آدمی" کی قدر نہ کر سکا اور گستاخی کر بیٹھا

اس مخلوق کی پیداوار اور افزائش کے لیے جمہوریت کی سرزمین نہایت زرخیز واقع ہوئی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ہر عوامی نمائندہ جب منتخب ہو جاتا ہے۔ یعنی برگزیدہ بن جاتا ہے تو وہ اپنے گرد کم سے کم آٹھ دس "ہمارا آدمی" موجود رکھتا ہے۔ کوئی باڈی گارڈ، کوئی کار مختار، کوئی مشیر، کوئی چمچہ، کوئی کف گیر وغیرہ۔ اگر کسی اسمبلی میں ۲۵۰ منتخب نمائندے یعنی برگزیدہ حضرات جمع ہو جائیں تو ان کے پاس کوئی ۲۵۰۰ "ہمارا آدمی" موجود ہو گا۔

پھر ہر نمائندہ جس حلقے سے منتخب ہوتا ہے اس میں بھی کم از کم دس آدمی ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں ہزاروں ووٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک "ہمارا آدمی" ہوتا ہے۔ پھر ان شر گزیدات کے پاس بھی "ہمارا آدمی" ہوتے ہیں جن کے بل بوتے پر عوام سے ووٹ لیتے یا چھینتے ہیں تو یوں سمجھئے کہ جمہوریت کی لعنت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر حلقہ انتخاب میں درجہ بدرجہ "ہمارا آدمی" کی ایک ایسی کھیپ پائی جاتی ہے جن کی تعداد آدمیوں سے بڑھ جاتی ہے۔ اگر کہیں کمیت کے اعتبار سے بڑھ نہ سکے تو کیفیت کے اعتبار سے غالب ضرور ہوتی ہے۔

انگریز نے یہاں حکومت کی اور نہایت شاطرانہ اور غاصبانہ حکومت کی جب انگریز نے جمہوریت کی پٹی پڑھائی اور رجاتے وقت یہ لعنت ہمارے گلے کا ہار بنا گئی تو ہمارا آدمی اس کثرت سے منظر عام پر آنے لگا جیسے برسات میں حشرات الارض نکلتے ہیں۔

ہر منتخب نمائندے سے اوپر وزیر، وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم تو اور بھی برگزیدہ تر ہوتے ہیں اس لیے ان کے پاس قدرتی طور پر ہمارا آدمی اور بھی زیادہ ہونا چاہیئے۔ ملک میں اس وقت چوری ڈاکہ قتل اغوا اور اسی طرح کے جرائم کی جو بھر مار ہے اس کا حال یہ ہے کہ اب یہ جرائم نہیں رہے بلکہ جمہوریت کی برکت سے روز مرہ کا معمول (روٹین) بن گئے ہیں۔ اور حکومت اس کاروبار کو خوب Enjoy کرتی ہے۔ یہ سب "ہمارا آدمی" کا کیا دھرا ہے۔ ۴۳ برس کی مدت میں کوئی ڈاکو، کوئی چور، اغوا کنندہ ایسا ملتا ہے جسے سزا ملی ہو۔ صرف ایک مثال ملتی ہے جسے قید و بند کی تہمت کی سزا ملی مگر حقیقتاً وہاں STATE GUEST کے طور پر رہا۔ وجہ ظاہر ہے کہ اس کار خیر میں حصہ لینے والے سارے ہمارے آدمی ہی ہوتے ہیں۔ مغربی جمہوریت جب اپنے گھر میں تھی تو اس کا نام ڈیماکریسی تھا یہاں اس کا اسلامی نام جمہوریت رکھا گیا۔ درمیان میں کوئی بیس ماہ کے لیے اسے پرانا نام ہی دیا گیا بس ذرا سی تبدیلی کی گئی کہ اسے ڈیماکریسی کی جگہ دھی۔ ما۔ کریسی بنا دیا گیا۔ "ہمارا آدمی" یوں کھل کھیلا کہ بس اللہ دے اور بندہ لے۔

جمہوریت چونکہ دنیا بھر کے اکثر ممالک میں پورے جوبن پر ہے اس لیے "ہمارا آدمی" صرف وہی نہیں ہوتا جسے ملک کے برگزیدہ حضرات "ہمارا آدمی" بلکہ مختلف ہم جنسوں نے دوسرے کمزور ملکوں میں "ہمارا آدمی" بھی رکھا ہوا ہوتا۔ ہمارا ملک چونکہ بہت کمزور ہے اس پر ہر خوشحال یا طاقتور ملک نے یہاں "ہمارا آدمی" رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ کوئی ملکی خزانے پر اربوں روپے پر ہاتھ صاف کرے تو اسے بڑے ادب اور منت سماجت سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ بہت تھک گئے ہیں اب آرام فرمائیں کیونکہ باہر کے ملک سے فوراً پیغام آ جاتا ہے کہ یہ "ہمارا آدمی" ہے

یہ جو شریعت بل کی مفروضہ آمد سے ایک طبقہ جز بز ہو رہا ہے جو By Accident of Birth مسلمان ہے وہ بہت سادہ ہے اسے اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اگر سچ مچ شریعت نافذ ہو بھی گئی تو کسی کا کچھ نہیں بگڑ لیگا جب تک "ہمارا آدمی" موجود ہے۔ شریعت کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور "ہمارا آدمی" اس سے ملک خالی نہیں ہو سکتا جب تک جمہوریت کی لعنت موجود ہے۔ شریعت چھوڑ اگر خود صاحب شریعت ہی دنیا میں آ جائیں تو ہمارا آدمی ان کو ایک قدم بھی چلنے نہیں دے گا بلکہ اس سے ترقی کر کے اگر یوں کہا جائے کہ خود اللہ میاں اتر آئیں اور ان کے بندوں کے ذریعے شریعت نافذ کرنا چاہیں تو سب سے پہلے "ہمارا آدمی" احتجاجی جلوس نکالے گا کہ آپ غیر منتخب حکمران ہیں۔ ہم آپ کی حکومت تسلیم نہیں کرتے اور اگر اللہ میاں آمریت کی طاقت سے انکے احتجاجی کارروائی کو دبا دیں تو ہمارا آدمی دفتری چابکدستی اور فنی مہارت سے وہ ہتھکنڈے اختیار کرے گا کہ نفاذ شریعت کا سارا راہ رو بار ایک داستان بن کر رہ جائیگا شیطان کو رجیم کر دیا تھا۔ اک دن ایک شور اٹھا غیر پارلیمانی ہے یہ:

شیطان کو رجیم کہہ دیا اک دن   اک شور اٹھا غیر پارلیمانی ہے یہ

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

دعوتِ فکر

۲۸- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی کام بہت زیادہ رفتار سے ہی اور بہت زیادہ عجلت سے ہی شروع ہو اور وہی نتیجہ خیز ہوتا ہے بلکہ ضروری یہ ہوتا ہے کہ جو کام بھی کیا جائے اس میں دوام ہو مستقل مزاجی سے کیا جائے تو وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کبھی جلدی اور کبھی بدیر تو بالاخر وہ قوت جو اس کام کو کرنے کے لئے ضروری ہے اس کا اس وقت ہی اندازہ ہو گا وہ قوت آپ چند دنوں میں حاصل کر پاتے ہیں چند مہینوں میں حاصل کر پاتے ہیں یا چند سال لگ جاتے ہیں عین ممکن ہے اس میں بہت زیادہ وقت لگ جائے تو ایک تو یہ اصول ہے کہ کسی بھی کام کو جب آپ شروع کرتے ہیں طے کر لیتے ہیں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ مجھے یہ کام کرنا ہے تو بنیادی اصول یہ ہے کہ پھر اسے آپ باقاعدگی سے کریں کبھی کر لیا اور کبھی چھوڑ دیا اس طرح سے نتائج حاصل نہیں ہوتے لیکن ایک فیصلہ کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے از حد ضروری ہوتا ہے وہ یہ کہ جو کام میں کرنے چلا ہوں کیا یہ کام کرنا چاہئے یا اس کی ضرورت بھی ہے معاشرے کو میری ذات کو یا میرے متعلقین کو تو اس پہلو پہ سب سے پہلے نگاہ کرنی چاہئے میرے خیال میں آپ یہ نہیں سوچیں گے کہ میں صرف آپ چند احباب سے مخاطب ہوں جب ہم اس موضوع کو زیر بحث لاتے ہیں تو سب سے پہلے ہمارے سامنے عالم اسلام ہوتا ہے اور دوسرے درجے میں انسانیت ہوتی ہے۔

یہ امت مرحومہ جسے یہ شرف حاصل ہے کہ یہ براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق ہے اور یہ اس کا بہت ہی بڑا اعزاز ہے یہ یاد رکھئے کہ پہلے پیدا ہونے والے انسان سے لے کر اس آخری انسان تک جس پر قیامت قائم ہو گی ساری انسانیت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے تمام انبیا علیہ اپنی امتوں کے لئے نبی ہیں ہمارے لئے نبی ہیں ہم ان سب کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں اور یہ ضروری ہے لیکن اپنی نبوت کے ساتھ ساتھ ساری نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی ہیں اور تمام انبیاء نے اخذ برکات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور ان برکات کو اپنی امتوں میں تقسیم فرمایا تو تمام امتیں اپنے نبیوں اور رسولوں کی وساطت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہوئیں لیکن اس امت کا اعزاز یہ ہے کہ اس کے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی کڑی نہیں ہے ہر امتی براہ راست حضورؐ کا امتی ہے اور یہی اعزاز کتاب حکیم نے اسے دیا ہے۔

وکنتم خیرامۃ تم بہترین امت ہو تمام امتوں سے من حیث الامت تمام امتوں سے بہترین امت تم ہو جہاں یہ آیۃ میں ہماری بہت بڑی عظمت ذکر فرمائی ہے رب جلیل نے وہاں اس کے ساتھ ایک ذمہ داری بھی بڑھا دی ہے اور یہ امتوں پر نہیں تھی انبیاء پر تھی اور وہ بھی انسانیت کی اصلاح کا فکر اس فکر کو رب جلیل نے یہاں اس امت کے لئے بڑھا دیا وکنتم خیرامۃ اخر جت للناس تمہیں یہ عظمت عطا کرنے کا مقصد عالی جو ہے وہ یہ ہے کہ تم ساری انسانیت کو سنبھالو تا مرون بالمعروف پوری انسانیت میں؛ الائی کی بات کو پہنچاؤ بھلائی کا حکم کرو وتنھون عن المنکر اور لوگوں کو برائی سے گناہ سے روکو وتومنون باللہ اور یہ جو کام اصلاح خلق کا ہے اتنا بڑا کام صرف اس لئے کرگزرو کہ تمہارا اللہ کے ساتھ ایمان مضبوط ہے یعنی سارے عالم کی بھلائی کرو تو تمہیں ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی اس بھلائی کا بدلہ لینے کی خواہش نہ ہو کسی کو ظلم سے بچانے کے لئے نکلو تو یہ نہ سوچو کہ کبھی اس شخص نے میرے ساتھ بھی زیادتی کی تھی میں اس کی حفاظت کیوں کروں کیونکہ اس کا ایک اپنا کردار ہے آپ کا ایک اپنا کردار ہے آپ نے کام لوگوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد پر نہیں کرنا یہ لوگ میری عزت کرتے ہیں ان کا میں بھلا چاہوں یہ لوگ مجھے اچھا نہیں سمجھتے ان کا میں بھلا نہ چاہوں نہیں بلکہ آپ نے جو کام کرنا ہے وتومنون باللہ اللہ کریم پر اعتماد کر کے کرنا ہے اور اس کا اجر اس کی اجرت یا بدلہ اس کی امید اس سے رکھنی ہے جس ذات کریم کے لئے کام کر رہے ہیں تو اس لحاظ سے تو پوری انسانیت کی اصلاح کی فکر اس امت مرحومہ کے ذمے ہے۔

لیکن اگر ہم اس سے کمتر بھی سوچیں تو کم از کم ہمیں عالم اسلام کی فکر یہ ضروری ہونی چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ پورا عالم اسلام ہر مسلمان کا گھر ہے اور ہر مسلمان کے لئے سکون تب ہی ہو سکتا ہے جب اس کے سارے گھر میں امن ہو گھر کا کوئی ایک کونہ گر جائے ایک گوشہ گر جائے ایک فرد بیمار ہو جائے تو سارے گھر کے لوگ جو ہیں وہ آرام سے نہیں رہ سکتے اس بات پر کبھی کسی کو سکون حاصل نہیں ہوتا کہ خیر ہے گھر میں دس آدمی ہیں اگر ایک کی ٹانگ ٹوٹ گئی تو کوئی بڑی بات نہیں یہ کبھی نہیں سوچا جاتا بلکہ اس ایک آدمی کی پریشانی ان سب پر تقسیم ہو جاتی ہے اور اگر ہم نہ بھی چاہیں تو عالم اسلام میں جہاں بھی کوئی مصیبت ٹوٹتی ہے ہمارے نہ چاہنے کے باوجود پھر بھی ہمارے دل پر ایک ٹھیس سی لگتی ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا مسلمان اتنا بے حس ہو جائے کہ اسے تکلیف نہ ہو تو یہ جو ہم گیر پریشانی ہمیں درپیش ہے اس کے لئے کام کرنے کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں یا تو کسی کے پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ برائی کو اپنی ایک طاقت سے مٹا دے یا بھلائی کو ایک حکم سے نافذ کر دے۔

یہ طریقہ جو ہے یہ بادشاہوں کا ہوتا ہے حکمرانوں کا ہوتا ہے جسے وہ بھلائی سمجھتے ہیں یا جسے نافذ کرنا چاہتے ہیں وہ بزور بازو، بزور شمشیر یا گن پوائنٹ پر نافذ کر لیتے ہیں لیکن جو طریقہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے وہ اس سے یکسر مختلف ہے کسی بھی نبی نے یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے اس ملک کی حکومت دے دی جائے خدایا پھر میں لوگوں تک آپ کا پیغام ان واحد میں پہنچا دونگا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس حکومتیں بھی رہیں ہیں لیکن کسی کو بتدریج نصیب ہو گئیں یا کسی کو بطور توارث کے مل گئیں شرط نبوت نہیں رہی کبھی نبوت کے ساتھ یہ شرط ہو کہ جس ملک میں نبی مبعوث ہو گا اس ملک کی حکومت اس کے سپرد کر دی جائے اور آن واحد میں سارا اسلام یا ساری نیکی ساری بھلائی نافذ کر دے یہ طریقہ پوری تاریخ نبوت میں نہیں ملتا۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا طریقہ کیا ہے کہ افراد کی اصلاح کی جائے ایک ایک آدمی کے ساتھ اللہ کے نبیوں اور رسولوں نے محنت کی ہے آپ اندازہ فرمائے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ساری عظمت کے باوجود ان لوگوں کے دروازے پر تشریف لے جاتے تھے جو اخلاقیات میں

بدترین تھے بد اخلاق تھے عقائد میں مشرک تھے بت پرست تھے اعمال میں ظالم تھے جفا جو تھے اس سب کے باوجود حضورؐ تشریف لے جاتے تھے وہ پھر بھی آپ سے بھی بدسلوکی کرتے تھے توہین آمیز کلمات کہتے تھے ایذا پہنچاتے تھے لیکن ایسی کوئی بھی بات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن سے آپنے کام سے اپنی ذمہ داری سے روک نہیں سکی انہی میں سے کچھ خوش نصیب ایسے بھی تھے جنہیں ایمان نصیب ہوا اور وہ بنیادی پتھر بن گئے نیکی کا دین کا عقائد کا اور ایک ایک فرد کو لے کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بنیاد استوار فرمائی جسے ہم تاریخ عالم میں جب دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کبھی دنیا کی پوری انسانیت کی تاریخ میں کوئی اتنی سلطنت آپ کو نظر نہیں آئے گی جس کی حدود چین سے شروع ہوں اور جنوبی افریقہ تک چلی جائیں اور ہسپانیہ سے شروع اور سائبیریا تک چلی جائیں آپ دیکھیں کہاں سائبریا ہے اور کہاں جنوبی افریقہ ہے کہاں چین ہے اور کہاں ہسپانیہ ہے تو یہ ایک ایسی ریاست تھی جس کا امیر مسجد نبوی کا خطیب تھا نماز پڑھاتا تھا امامت کرتا تھا اتنی بڑی ریاست اتنی بڑی سلطنت ایک ایک فرد کو جمع کرنے سے ظہور پزیر ہوئی حضورؐ نے کسی سے نہیں چھینی آن واحد میں رب کریم نے بطور معجزہ اور کرامت کے عطا نہیں فرمائی بلکہ وہ افراد جن کی تربیت نبی کریم صلی اللہ علیہوسلم نے فرمائی انہوں نے اصلاح خلوق کا بیڑا اٹھایا اور اللہ کے دین کو حضورؐ کے ارشادات کو حضور کی برکات کو ایک فقیر کے جھونپڑے سے لے کر ایک سلطان کے محل تک پہنچا دیا اور یہ تاریخی حقیقت ہے یہ صرف ہمارے عقیدہ اور ہماری عقیدت نہیں ہے بلکہ یہ وہ تاریخی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

تو جو دعوت میں آپ کو دینے نکلا ہوں جو دعوت ہماری ہے یہ ایک دعوت فکر ہے نہ اس کا تعلق سیاسیات سے ہی نہ اس کا تعلق معاشیات سے ہے نہ اس کا تعلق کسی اور ایسے شعبے سے ہے جس میں میرا یا کسی کا کسی شخص کا کوئی ذاتی نفع یا نقصان ہو بلکہ یہ ایک دعوت فکر ہے اور یہ صرف میری نہیں ہے میری بھی ہے آپ کی بھی ہے اور دوسرے سب مسلمانوں کی بھی ہے کہ وہ قوم جو خانہ بدوش کہلاتی تھی وہ قوم جس کے پاس رہنے کو مکان نہیں ہوتے تھے وہ قوم جس میں دو بھائیوں کا مل کر بیٹھنا ممکن نہیں ہوتا تھا قتل و غارت اور جفا جوئی جس کا شیوہ ہوتا تھا جسے نیکی کا تصور ہی کسی نے نہیں دیا تھا جب اسے ایمان نصیب ہوا تو اس نے پوری دنیا سے کفر کی ظلمت کو مٹا دیا اور کسی ایک آدمی کو بزور شمشیر بہ نوک شمشیر مسلمان نہیں کیا اس لئے کہ بہ نوک شمشیر مسلمان کئے جانے والے فرد کا اسلام اللہ کریم قبول ہی نہیں فرماتے اسلام نام ہی اس اقرار کا ہے جو ہر شخص اپنی پسند سے اختیار کرتا ہے تو وہ قوم جس سے اتنی برکات پہلے ہوئیں مستشرقین نے کہا ہے کہ یہ عرب بڑے لڑاکے تھے حضورؐ نے انہیں منظم کر لیا اور انہوں نے لڑکر لوگوں کو اپنے تابع بنا لیا لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ عرب صرف لڑاکے نہیں تھے بڑے ظالم تھے عرب باپ بیٹے کو زندہ درگور کر دیتا تھا بھائی بھائی کا گلا کاٹ لیتا تھا تب تک جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہیں ہوئے تھے بہ نوک شمشیر کسی سے اپنا مذہب اپنا اقتدار منوا سکتے تو حضور کی بعثت سے پہلے کیوں نہیں منوایا انہوں نے تلوار تو ان کے پاس تھی گھوڑے تو ان کے پاس تھے طاقت تو ان کے پاس تھی اور بڑے بڑے نامور لوگ تھے کسی ایک آدمی سے بھی اپنی بات منوا تو نہیں سکے اور یاد رکھیں

یہ جو مذہب یا عقیدہ ہوتا ہے آدمی کے دل میں اتری ہوئی بات ہوتی ہے آدمی کی گردن کاٹی جا سکتی ہے یہ آسان ہے لیکن اس کے دل سے یہ بات نکالنا ممکن نہیں ہے آپ نے نہیں دیکھا جب یہ پاکستان بنا تھا تو مسلمان تو ہجرت کر کے آگئے انہیں اسلام عزیز تھا ہندو کے پاس کیا تھا چند مٹی کے بت لیکن کیا ان بتوں کی خاطر اس نے سفر نہیں کیا اس نے گھر نہیں چھوڑے

ہندو جو پیسے پیسے پہ جان دیتا ہے وہ کروڑوں روپے کی جائیداد چھوڑ کر خالی ہاتھ اس لئے نکل گیا کہ میں اپنا مذہب نہیں چھوڑوں گا کیا یہ عجیب بات نہیں -

تو پھر ان لوگوں کے سامنے ساری دنیا اپنا مذہب کیوں چھوڑتی چلی گئی حالانکہ طریقہ کار یہ تھا کہ کوئی غلام بھی جو کسی کے گھر میں ہوتا خواہ اگر وہ کافر رہنا چاہتا ہے تو اسے اسلام پر مجبور کرنے کی اجازت نہیں تھی اپنے طریقے پر جو وہ عبادت کرنا چاہتا ہے اسے اس سے منع نہیں کیا جا سکتا اس کے باوجود یہ لوگ جہاں سے گزر جاتے تھے لوگ صدیوں کے مذہبوں کو رسومات کو ترک کر کے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ قبول کرتے چلے جاتے تھے تو اس میں یہ بڑی عجیب بات ہے یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ جن لوگوں نے جزیرۃ العرب سے اٹھ کر روئے زمین پر اللہ کا نور پھیلا دیا - آج ان کا اپنا یہ حال ہے کہ وہ مل کر بیٹھ نہیں سکتے اور کوئی مسلمان ریاست ایسی نہیں ہے جہاں سے آپ کو دکھ بھری داستانیں نہ ملیں آپ فلسطین کی بات کو چھوڑیں آپ خود افغانستان کو بھول جائیں آپ اریٹریا کے مسلمانوں کو لڑنے دیں لیکن کیا اس کے علاوہ جو مسلمان ریاستیں ہیں وہاں سکون ہے وہاں امن ہے میں نے زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا ہے کہ ہم اتنے نیچے جا چکے ہیں کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں اس دفعہ یہ سوچا گیا ہے کہ بیت اللہ پر قبضہ کیا جا سکتا ہے یعنی چودہ صدیوں میں کسی نے یہ سوچا بھی نہیں اور یہ انسان کی فطرت اور اس کا مزاج ہے کہ جو بات دائرہ امکان سے خارج ہو انسان اس پر کبھی نہیں سوچتا اور جس بات پر انسان سوچنا شروع کر دیتے ہیں وہ ممکن ہوتی ہے دائرہ کار کے اندر ہوتی ہے یہ بڑا اصولی ایک مسئلہ ہے نفسیات کا تو اب اگر کچھ لوگوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا ہے کہ حرم شریف پر بھی قبضہ کیا جاسکتا ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ ہم اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے اگر ممکن نہ ہوتی تو چودہ سو سال تو کسی نے نہیں سوچا یہ ہماری کمزوری کی انتہا ہے کہ سمٹتے سمٹتے ہم اتنے گر جائیں کہ ہم حرم بیت اللہ کی اور حرم نبوی کی حفاظت بھی نہ کر سکیں تو آپ سوچیں ہمارے پاس باقی کیا بچے گا پورے عالم اسلام کی روح ہے اور یہ بے حسی تو پہلے سے موجود ہے کہ یہودی جیسی ذلیل قوم اور قبلہ اول پر قابض ہے اور اتنی مسلمان ریاستیں گردا گرد موجود ہوں کہ اگر سارے مسلمان مل کر تھوکیں بھی تو اسرائیل کی ریاست اس تھوک کے نیچے دب جائے لیکن اس کے باوجود اسرائیل نہ صرف قابض ہے دندناتا پھر رہا ہے اور بیت المقدس میں جوتوں سمیت اس کی فوج داخل ہوتی ہے آنسو گیس کے شیل مارے جاتے ہیں نمازیوں کو ذلیل کیا جاتا ہے تو یہ سب کیا ہے میرے بھائی یہ ہماری کمزوری کی علامتیں ہیں

وہ ایک لطیفہ سناتے تھے کسی بوڑھے آدمی کا کہ وہ کسی طبیب کے پاس گیا تو اس وقت تو یہ نباض ہوتے تھے حکیم اور طبیب نبض دیکھ کر بیماریوں کا پتہ لگاتے تھے تو اس نے نبض دیکھی اس نے کہا نہیں بابا جی آپ تو ٹھیک ہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں اس پر اس نے کہا کہ میری تو نظر کمزور ہوتی جا رہی ہے مجھے نظر نہیں آتا آپ کہتے ہو ٹھیک ہو اس نے کہا بابا جی یہ تو بڑھاپا ہے اس میں تو ایسا ہو گا اس نے کہا گھٹنوں میں درد ہوتا ہے اٹھتا ہوں تو ٹانگیں لرزتی ہیں اس نے کہا بابا جی یہ تو بڑھاپا ہے یہ بیماری تو نہیں ہے عمر کا تقاضا ہے اس نے کہا بھئی بھوک نہیں لگتی کھاتا ہوں کھانا ہضم نہیں ہوتا سوتا ہوں نیند نہیں آتی اس نے جو جو تکالیف تھیں وہ گنتا تو وہ کہتا یہ بڑھاپا ہے بابا جی بڑے ناراض ہوئے انہوں نے اسے دو چار گالیاں دیں اس نے کہا بابا جی گھبرانے کی بات نہیں یہ بھی بڑھاپا ہے یعنی یہ جو آپ گالیاں دے رہے ہیں نا یہ بھی اس وجہ سے ہے -

تو میرے خیال میں یہ جو کچھ ہو رہا ہے شاید یہ ہمارے بڑھاپے کی علامت ہے من حیث القوم من حیث الامت ہم میں کوئی ایسی کمزوری آگئی ہے کوئی

ایسا ویک پوائنٹ ہے کوئی ایسی خامی ہے جس نے ہمیں اندر سے کھوکھلا کر دیا ہے اور یہ ساری علامات ہمارے بڑھاپے کی ہیں ۔ ورنہ مسلمان کبھی ایسے تو نہ تھے آپ تو خوش نصیب ہیں کہ آپ دنیا کے اس خطے میں بیٹھے ہیں جس میں اب بھی بحمد اللہ روئے زمین سے زیادہ امن ہے لیکن اگر آپ ہمارے پاس آکر دیکھیں جو حالت پاکستان میں ہے میں آپ کو صرف ایک بات بتاؤں پچھلے دنوں میرے پاس ایک بزرگ گئے بوڑھے آدمی جوان بچہ ان کے ساتھ تھا ان کا بیٹا یہیں کہیں باہر ہے وہ یہیں سے چھٹی گیا تھا مجھے خیال نہیں ہے یہاں ہے یا ابو ظہبی میں ہے وہ والد کو ساتھ لے کر گیا وہ یہاں میرا واقف تھا وہ سکھر میں رہتے تھے تو انہوں نے کہا جی ہمارا پورا گھر پوری حویلی چھین لی ہے میرا جوان بیٹا تھا اسے قتل کر دیا ہے زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور ہمارے سارے خاندان کو گھر سے نکال دیا ہے بیٹیاں بہو یتیم پوتے اور بوڑھی بیوی لے کر میں کرایہ پر مکان لے کر میں پنڈی بیٹھا ہوں اور جنہوں نے میرا بیٹا قتل کر دیا ہے میری زمین پر بھی قابض ہیں میرے گھر پر بھی قابض ہیں ہمیں انہوں نے جوتے کپڑے تک نہیں لینے دیئے اور در در ٹھوکریں کھاتے رہے کوئی ان کے خلاف پرچہ درج نہیں کرتا بڑی مشکل سے تین آدمیوں کے خلاف پولیس نے پرچہ درج کیا اور کہہ دیا ہے جی وہ مفرور ہیں ڈاکو ہیں وہ بھاگ گئے ہیں انہی کا خاندان ہماری حویلی میں بیٹھا ہوا ہے ۔

آپ اندازہ کریں آپ ہندوستان کی بات کو چھوڑیں آپ فلسطین کو چھوڑیں وہاں تو لڑائی ہو رہی ہے یہ پاکستان ہے میں پچھلے دنوں اندرون سندھ گیا تو اپنے ایک دوست وہاں علاقے کی حفاظت پہ ان کی ڈیوٹی ہے تو وہ بتا رہے تھے کہ میرے پاس ایک بوڑھی عورت آئی اس کے ساتھ ایک جوان بچی تھی اس نے کہا جی کہ پہلے ان کی خالہ کو پکڑ کر لے گئے اور لوگوں نے اپنے پاس رکھا وہ جنگلوں میں نہیں رہتے وہ گاؤں میں رہتے ہیں بڑی بڑی حویلیاں ہیں ان کی رئیس ہیں اس علاقے میں وڈیرے کہلاتے ہیں امیر لوگ ہیں سال ڈیڑھ سال بعد اسے واپس کر گئے اور اس سے بڑی جو اس کی بہن تھی اسے لے گئے دو سال اسے رکھا اس کے دو بچے بھی ہو گئے اب بچوں سمیت اسے واپس چھوڑ گئے ہیں اور اسکے پیچھے لگے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی ان بچوں کا باپ نہیں ہے نہ کوئی جانتا ہے کون ہیں یہ آپ کے ملک میں پاکستان میں تو وہ کہہ رہے تھے میں نے پولیس کو کہا کہ اس وڈیرے کو لاؤ پکڑ کر یہ فوجی آدمی تھا پہلے تو پولیس پکڑنے کا نام نہیں لیتی تھی پھر فوجیوں نے اسے بتایا کہ بھئی اسے ملاں نہ سمجھو یہ بڑا سخت آدمی ہے جو حکم دے دیا ہے وہ کرو اگر اسے پکڑ کر لے آئے تو وہ کہہ رہے تھے کہ بڑے زور لگا کر میں نے اس وڈیرے سے چودہ ہزار روپیہ جرمانے کے طور پر دلایا ورنہ اگر میں کورٹ کو ریفرنس کر دیتا تو انہیں کچھ ملتا بھی نہیں اور مزید ذلیل ہوتیں رسوا ہوتیں وکیل کرتیں وہ وکیل پھر جرح کرتے اسے فیس کرنا ہی آسان کام تھا کیا اس سے کوئی زیادہ ذلت کا تصور ہے جن بیٹیوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے وہ میری بیٹیاں ہیں آپ کی بیٹیاں اسلام کی بیٹیاں ہیں مسلمان ہیں کلمہ پڑھنے والے ہیں کتنی عجیب بات ہے

کہ مسلمانوں نے ایک دنیا فتح کر لی کسی کافر کی بیٹی کی آواز تاریخ میں سنائی نہیں دیتی کہ مسلمان سپاہیوں نے اس پر دست درازی کی ہو کتنی عجیب بات ہے مسلمان ریاست ہو حکومت اسلامی ہونے کا دعوی رکھتی ہو حاکم مسلمان ہو لوگ مسلمان ہوں اور مسلمان مسلمانوں کے ساتھ یہ کرے اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو کیا ایسی حالت میں کوئی دل بھی ایسا نہیں ہے جسے یہ فکر ہو کہ یہ کیوں ہو رہا ہے اور اس کا تدارک کیسے کیا جا سکتا ہے یقیناً کوئی قوت کوئی ایلیمنٹ کوئی پرزہ کوئی چیز ایسی ہے جو ہم میں تھی اب نہیں ہے یہ بہت بڑی گاڑی ہے بہت بڑا جہاز ہے عین ممکن ہے آپ اس کی ایک پن نکال دیں اور وہ سارا سسٹم اس کا بیکار ہو جائے کوئی ضروری تو نہیں ہے آپ اس کا پہیہ ہی کھولیں بعض ایک پن ایسی ضروری ہوتی ہے کہ وہ نکال دیں سارا انجن کام نہیں کرتا تو میرے خیال میں من

حیث القوم کوئی چیز ایسی ہے وہ رسنگ ہے ہمارے عقائد سے اعمال سے یا ہمارے وجود سے ہماری سوچ سے کہیں سے کوئی بات کھو گئی ہے کوئی کمی ہے ایسی جسے ہمیں کو دریافت کرنا ہے اور کوئی کافر یہ نہیں سوچے گا کہ مسلمان کیوں رسوا ہے کوئی کافر یہ فکر نہیں کرے گا کہ مسلمان کا علاج کیا ہے یہ میں سوچوں گا یہ آپ سوچیں گے اور یہ دعوت فکر ہم ایک ایک مسلمان کو سوچنے کی دیں گے۔

دیکھیں ہر آدمی کی اپنی ایک رائے ہوتی ہے ہر آدمی کی اپنی ایک اپروچ ہوتی ہے اس کا ایک نالج ہوتا ہے اس کی معلومات ہوتی ہیں ان کے مطابق تجزیہ کر کے وہ کوئی پوائنٹ مقرر کرتا ہے یہ کریں ممکن ہے جو میں سوچتا ہوں وہ اور ہو اور جو آپ سوچیں وہ کوئی اور بات ہو اور عین ممکن ہے یہ درست ہو ہم میں ایک نہیں دو کمیاں ہوں ہم میں دو کے بجائے دس خامیاں موجود ہیں تو مسلمان کے پاس بنیادی سرمایہ کیا تھا سب سے پہلے تو ہمیں یہ جانچنا چاہئے کہ آدمی جو آپ لوگ تجارت کرتے ہیں کاروبار کرتے ہیں ہر کاروباری کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو اصل سرمایہ ہے وہ کیا ہے سب سے پہلے تو اسے پورا کرے نفع کی بات بعد میں آئے گی کہ اس نے کیا منافع کمایا یا نقصان آپ اسے کہیں گے جو اسے نفع نہ ہونے کی صورت میں ہوا اگر کوئی اصل ہی ضائع کر رہا ہے یہ تو بربادی ہے یہ میرا نقصان نہیں ہے میرے خیال کے مطابق نقصان یہ ہے کہ ایک آدمی ایک لاکھ روپیہ لگاتا ہے سال محنت بھی کرتا ہے اور سال کے بعد اس کے پاس ایک لاکھ ہی بچتا ہے وہ سارے سال کی محنت اس کا نقصان ہے لیکن اگر وہ یہ نقصان سوچنا شروع کر دے کہ سال کے بعد میرے پاس نوے ہزار رہ جائے تو یہ تو بربادی کو دعوت دینا ہے یہ نقصان تو نہیں ہے وہ تو چند سالوں میں دیوالیہ ہو جائے گا تو ہمیں سب سے پہلے اپنا اصل سرمایہ پورا کرنا چاہئے کہ مسلمان کی بنیاد کیا ہے اسلام کی بنیاد کیا ہے اور کس قوت نے مسلمانوں کو یہ عروج بخشا یہ اعزاز بخشا یہ عزت بخشی

سارے کے سارے اسلام کا خلاصہ یہ ہے ماجاء بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بات جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کریم سے اللہ کی مخلوق کو پہنچائی وہ اسلام ہے اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی تکمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو ہو گئی اور اللہ کریم نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اب اس کے بعد اس میں سے کوئی گھٹائے تو اسلام نہیں رہے گا کوئی بڑھائے تو اسلام نہیں رہے گا اسلام وہی ہو گا جس کی تکمیل کی اللہ کریم نے جزوی عقائد میں بھی اعمال میں بھی تو اس کی سب سے اساسی اور بنیادی بات تھی کتاب اللہ اللہ کا ذاتی کلام جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہم تک پہنچا یہ بہت بڑا انعام ہے اتنا بڑا کہ آدمی اس کی عظمت کو کسی پیمانے سے ماپ ہی نہیں سکتا لیکن یہ بھی اللہ کا احسان ہے بہت بڑا احسان ہے اس کا کہ اللہ کی کتاب جس طرح نبی رحمت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جس ترتیب سے آپ نے جمع فرمائی اور پڑھنے کا حکم دیا اسی ترتیب سے بغیر کسی ایک نقطے کی کمی بیشی کے آج بھی بحمد اللہ ہر مسلمان کے پاس موجود ہے بہت بڑا احسان ہے کہ ہماری اصل کا ایک حصہ بحمد اللہ آج بھی موجود ہے۔

دوسرا حصہ وہ تشریحات اور تعبیرات اور وہ تفسیرات ہیں جو قران حکیم کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائیں کیونکہ یاد رکھئے اللہ کا کلام صرف جس طرح نبی وصول کرتا ہے کوئی غیر وحی کو وصول نہیں کر سکتا اس طرح اس نبی کا مفہوم بیان کرنا بھی نبی ہی کا کام ہے جس طرح کوئی دوسرا وحی کو وصول نہیں کرسکتا اس طرح اپنی طرف سے کوئی شخص اس کو کوئی معنی نہیں پہنا سکتا۔

یہ بھی منصب نبوت ہے کہ پھر اس وحی کی و تعبیر اور تفہیم بھی نبی اور پیغمبر ہی بتائیں ارشاد فرمائیں اور اس کے بارے میں اللہ نے فرما دیا کہ وہ بات

میری ہی ہوتی ہے لیکن اس میں الفاظ میرے نبی کے ماینطق عن الھوی نبی بھی اپنی خواہش سے کوئی معنی بیان نہیں کرتا ان ھو الاوحی یوحی میری ہی طرف سے اسے تعلیم فرمایا جاتا ہے بحمد اللہ حفاظت حدیث کا جو کارنامہ مسلمانوں نے انجام دیا اور جو حق مسلمانوں نے ادا کیا تاریخ انسانیت میں اس کا مقابلہ کوئی قوم نہیں کر سکتی ایک حدیث کو جاننے کے لئے سترہ فنون ایجاد کئے مسلمانوں نے جس میں ایک فن ہے اسماء الرجال وہ علم الف سے لے کر ی تک ہر اس آدمی کا نام دے دیا جس نے حضور سے حدیث روایت کی پھر اس آدمی کے حالات دے دیئے اس کا خاندان پس منظر دے دیا اس کی قوت حافظہ بیان کر دی جائے اس کا کردار دے دیا کہ اس سے جھوٹ بھی صادر ہوتا تھا یا سچا تھا یا اس کا حافظہ کیسا تھا بات یاد رکھتا تھا یا بھول جاتا تھا یعنی پوری ایک تصویر بنا دی راوی کی جسے دیکھ کر آج بھی جانچا جاتا ہے کہ اس آدمی کی بات کتنی وزن رکھتی ہے اور دنیا میں مسلمانوں کے سوا کسی قوم کے پاس یہ نعمت نہیں ہے۔

تو جب قرآن کریم موجود ہے حدیث پاک موجود ہے تو پھر کمی کیا ہے؟ اسلام کی اساس تو قران وسنت ہے سارا سرمایہ ہی اللہ کے دین کیا ہے قران وسنت تو پھر اس کی تبلیغ چھوڑ دی ہے مسلمانوں نے دوسروں تک اسکو پہنچانا چھوڑ دیا ہے یا اس پر عمل چھوڑ دیا ہے کیا چھوڑا ہے میری ناقص رائے کے مطابق جتنی تبلیغ اس دور میں ہو رہی ہے آج سے پہلے کبھی ممکن ہی نہ تھی میں یہاں بات کر رہا ہوں آپ کی مختلف مشینیں اسے ریکارڈ کر رہی ہیں پتہ نہیں یہ بات کہاں تک جائے گی آج سے پہلے تو یہ سہولتیں حاصل ہی نہ تھیں پھر ریڈیو پر ٹیلی ویژن پر خاص پروگرام ہوتے ہیں دینی تبلیغ کے جو پہلے کچھ ممکن نہ تھا ایسی روشن روشن ہو گئی ہے کہ ہر اخبار میں دینی مسائل پر بحث ہوتی ہے قران کے مفاہیم بیان ہوتے ہیں کہیں حدیث کی شرح بیان ہوتی ہے کہیں فقہی احکام بیان ہوتے ہیں اس کے علاوہ اتنے رسالے اور جریدے جو صرف اس موضوع کو زیر بحث لا کر دین کے نام پر نکلتے ہیں وہ بھی بے شمار ہیں اس کے علاوہ وہ بے شمار لوگ تبلیغ کے نام پر سفر کرتے ہیں بے شمار جلسے ہوتے ہیں بے شمار اجتماع ہوتے ہیں تبلیغ میں تو کمی نہیں ہے جہاں تک عمل کی بات ہے یہ ٹھیک ہے کہ عمل میں کمی ہے بے نماز بھی ملتے ہیں کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں آپ کہیں کہ یہاں مسلمان نماز نہیں پڑھتا۔

آپ سینما گھروں کو بھی لبالب بھرا ہوا دیکھتے ہیں لیکن جب آذان ہوتی ہے تو مسجد میں بھی تل دھرنے کو جگہ نہیں ملتی نمازی بھی موجود حج کے موقع پر بہت بھیڑ ہوا کرتی تھی اب عمرے کے لئے بھی آپ جائیں تو ہر نماز میں اور بڑے غور سے دیکھنا ہر نماز میں بیت اللہ شریف کے اوپر والے برآمدوں میں بھی لوگ ہوتے ہیں صحن میں بھی ہوتے ہیں پہلی منزل پہ بھی ہوتے ہیں چھت پر بھی ہوتے ہیں اور حج میں تو میلوں تک سڑکوں پر صفیں بن جاتی ہیں روزے بھی لوگ رکھتے ہیں زکواۃ بھی دیتے ہیں تو پھر کمی کیا ہے؟

انہوں نے ایک تقریر میں کہا کہ حکومت کو الزام دینا تو ایک آسان سی بات ہے ایک رواج بن چکا ہے لوگ سمجھتے ہیں حکومت پر تنقید کی جائے تو کوئی بڑا کارنامہ ہے لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جو پچاس ساٹھ ہزار حاجی ہر سال پاکستان سے حج کے لئے جاتے ہیں خدا کے لئے جب تم بیت اللہ سے لوٹ کر آتے ہو تو تم سدھر جاؤ اور چالیس بیالیس سالوں میں کم از کم ہر تیسرا آدمی حج کر چکا ہے اگر صرف حاجی اپنے کردار کو صحیح کر لیں تو پاکستان سارا سدھر جائے گا اور واقعی بڑی عجیب بات ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی مثبت تبدیلی یہ نہیں کہ سارے حاجی ایسے ہیں الحمد اللہ بڑے بڑے نیک لوگ ہیں اللہ اور توفیق دے لیکن اکثریت پھر ویسی ہی لوٹ جاتی ہے جیسے آتی ہے اور کتنے عجیب بات ہے کہ آدمی اتنا سفر کرے ہزاروں روپے خرچ کرے اس دفعہ

اتنی شدید گرمی تھی اس میں کفن پہنا ہوا زندہ آدمی نے ان سلی دو چادروں کو کفن پہنا ہوا اور بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہوا آہ بقا کرتا ہوا اللہ کو پکار رہا ہے گناہ معاف کرانے کے لئے ایسے آدمی کو پھر سے گناہ کرنا تو نہیں چاہئے اس حالت تک پہنچ کر ہم جب باہر نکلتے ہیں تو پھر ویسے کیوں ہو جاتے ہیں میرے ناقص خیال میں ایک کمی ہے بہت شدید کیونکہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نعمت ہم تک پہنچی جو فیوضیات پہنچے امت کو ان میں تعلیمات نبوت بھی تھیں اور برکات نبوت بھی تھیں برکات نبوت کا یہ عالم تھا کہ ایمان لانے کے بعد جو صحبت عالی میں ایک لحظہ پہنچ جاتا وہ صحابی بن جاتا صحابی محض اصلاح نہیں ہے بلکہ تقوی نیکی خشوع خضوع ' دیانت ' امانت ' اخلاقیات ' ایمانیات ' اور عمال میں وہ عظمت کو پا لیتا ہے جو نبی کے بعد عظیم ترین منصب ہے نبوت کے بعد جو بلند ترین منزل ہے جہاں کوئی انسان پہنچ سکتا ہے وہ صحابی پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کچھ برکات بھی تھیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم ہوئیں ان برکات کا ایک اثر تو یہ ہوتا تھا کہ انسان کا فوراً مزاج بدل جاتا اس کی سوچ بدل جاتی اس کا دل نور ایمان سے بھر جاتا اور اس کے اوصاف اپنے کمال کو پہنچ جاتے ۔

ایک اثر اور بھی ہوتا تھا ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ یعنی مجلس عالی کا اور برکات نبوت کا یہ اثر ہوتا تھا کہ نہ صرف زبان بلکہ کھال سے لے کر دل کی گہرائی تک ایک ایک ذرہ اللہ اللہ کرنے لگ جاتا تھا اور قرآن کریم نے محض اللہ کے نام کو دہرانے کا حکم اتنی تاکید سے دیا ہے واذکراسم ربک اپنے رب اپنے پروردگار کے ذاتی نام کی تکرار کر وتبتل الیہ تبتیلا اور اتنی دفعہ اللہ اللہ اللہ کہہ کر تیری نگاہ میں مخلوق محو ہو جائے اور ہر طرف اللہ ہی کی تجلیات رہ جائیں میرے ناقص خیال کے مطابق ہم بڑی آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ اس شہر میں کوئی ذاکر نہیں ہے لوگوں نے حیلے تراش لئے ہیں ۔

ہم کہتے ہیں ہم نماز پڑھ لیتے ہیں کیا نماز ذکر نہیں ہے نماز ذکر ہے درست ہے صرف نماز ہی اللہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جو شریعت کے مطابق کیا جائے ہر وہ کام ذکر ہے لیکن قرآن حکیم کا مطالبہ اس سے زیادہ کا ہے فرماتا ہے فاذا قضیت الصلوۃ فانتشرو افی الارض والبتغو من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا نماز سے فارغ ہو جاؤ رزق تلاش کرو لیکن اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو قرآن نے نماز پر بس نہیں کر دیا جہاد کتنا اہم کام ہے کہ حضور فرماتے ہیں مجاہد کا جو خون کا قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ دنیا و مافیھا سے زیادہ عزت والا ہے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے موت کو شکست دے دیتا ہے ہے جو شہید ہوتا ہے لیکن ارشاد ہوتا ہے

اذالقیتم فئة فاثبتوا جب کسی کافر سے مقابلہ آجائے طاغوتی طاقت سے جم جاؤ واذکر واللہ کثیرا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو گولی چل رہی ہے تلوار چل رہی ہے جہاد ہو رہا ہے گھوڑے کی پیٹھ پر ہیں پانی نہیں ملا کھانا نہیں ملا جان کا خطرہ لیکن فرمایا اللہ اللہ کرتے رہو میری رائے میں جو میں نے سمجھا ہے جو میرا خیال ہے میرے خیال میں ہم نے اللہ اللہ کرنا چھوڑ دیا ہے اور یہ ایک اندرونی تعلق تھا الا بذکراللہ تطمئن القلوب دلوں کو قرار ہی اللہ اللہ کرنے سے آتا ہے ورنہ وہ یقین حاصل نہیں ہوتا جو ہونا چاہئے وہ تبدیلی پیدا نہیں ہوتی جو ہونی چاہئے اور میرے خیال میں بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ بے شمار شہروں میں آپ کو ایک آدمی بھی نہیں ملے گا جو پورے چوبیں گھنٹے میں سے پانچ منٹ دس منٹ لے صرف اللہ کے لئے اللہ اللہ کرتا ہو صرف اس بات کے لئے بیٹھ کر کون کس طریقے سے اللہ کرتا ہے اس پر آپ اعتراض کر سکتے ہیں لیکن اللہ اللہ کرنے پر تو اعتراض نہیں کیا جا سکتا جس طرح میں کر رہا ہوں آپ کو پسند نہیں آپ اس طرح مت کریں لیکن حدود شرعی کے اندر رہتے ہوئے آپ اپنے طور پر آپ نے اللہ کا نام

لینا ہے آپ بیٹھ کر لیں آپ جا نماز پر بیٹھ کر لیں آپ چارپائی پر لیٹ کر لیں آپ سڑک میں چلتے ہوئے لیں اللہ کریم فرماتے ہیں الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم کوئی پابندی نہیں لگائی لیٹے ہیں لیٹ کر کرو بیٹھے ہیں اللہ اللہ کرتے ہیں چلتے ہیں اللہ اللہ کرتے ہیں

تو آپ یقین سے سوچئے کہ اس دعوت فکر سے پہلے کتنی زندگی بیت گئی کبھی آپ کو خیال آیا تھا کہ چند لمحے بیٹھ کر یکسو ہو کو اللہ اللہ بھی کر لیں کبھی نہیں آیا یہ بات ہم سے چھوٹ گئی ہے اور یہ اتنی بنیادی اینٹ تھی کہ اس پر ہماری ساری عمارت کھڑی ہوئی تھی اور آپ اپنے دل میں اندزہ کیجئے کہ جب سے آپ اللہ اللہ کرتے ہیں کوئی خارجی وعظ کرنے والا کوئی خارجی اثر آپ پر کوئی خارجی دباؤ نہیں ہے جو مجبور کرے لیکن کیا نیکی کرنے میں ایک لذت ایک راحت نہیں ملتی گناہ سے تنفر پیدا نہیں ہوتا پہلے بھی آدمی نماز پڑھتا تھا لیکن چوبیس گھنٹوں میں چند لمحے بیٹھ کر اللہ اللہ کرے تو نماز کی تاثیر یا اس کا اثر جو اپنے وجود پر ہوتا ہے وہ بدلنا شروع ہو جاتا ہے۔

تو یہ ایک دعوت فکر ہے کہ کسی کو کسی خاص ضابطے پہ مجبور کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ سب مسلمانوں کو پھر سے یاد دلایا جائے کہ آپ کو اللہ اللہ بھی کرنا ہے سفر میں کریں حضر میں کریں بیٹھ کر کریں لیٹ کر کریں کبھی کریں لیکن اپ کے دن رات میں آپ کے چوبیس منٹ تو کم از کم آپ ایسے نکال لیں کہ دنیا ومافیہا کو فراموش کر کے صرف اللہ کے لئے بیٹھ کر اللہ اللہ کریں

ایک ہندو بت کے سامنے سالوں بیٹھ کر یوگ کر سکتا ہے ایک شعبدہ باز شعبدہ سیکھنے کے لئے پوری عمر صرف کر سکتا ہے ایک مداری ریچھ کو سکھانے کے لئے اور بندر کو نچانے کے لئے کئی سال محنت کر سکتا ہے تو ایک مومن اللہ کے اس واضح حکم کے لئے چوبیس گھنٹوں میں سے چوبیس منٹ نہیں نکال سکتا اور اگر ہمارے پاس اتنی بھی فرصت نہیں تو برکات الٰہی ہمارا تعاقب نہیں کریں گی کہ وہ بھاگ کر پیچھے سے ہمیں پکڑ لیں یہ قانون قدرت کے خلاف ہے مانگنا ہمیں کو ہے عطا وہ ہمارے مانگنے سے ہزاروں گناہ زیادہ کر دیتا ہے لیکن ٹھکرا کر جانے والوں کو پیچھے سے پکڑنا اس کی شان کے خلاف ہے وہ بے نیاز ہے اسے کسی کی احتیاج کیا ہے اگر سارے لوگ روگردانی کریں تو وہ قادر ہے وہ فرماتا ہے میں تمہیں فنا کر دونگا اور پیدا کرودنگا جو میری اطاعت کرتے رہیں گے میرا نام لیتے رہیں گے مجھ پر نچھاور ہوتے رہیں گے تو برادران محترم ہماری دعوت فکر یہ ہے کہ پھر سے خود بھی اس پر عمل کریں اور تمام عالم اسلام میں جہاں تک آواز پہنچ سکے پھر سے یہ یاد کرائیں کہ بجھی دلوں میں اللہ کے نام کو بھی بساؤ جو تبلیغ کرتا ہے وہ تبلیغ کرتا رہے لیکن ساتھ اللہ اللہ بھی کر کے دیکھے تبلیغ کے اثرات کیا ہوتے ہیں جو تجارت کرتا ہے وہ تجارت کرے لیکن اللہ اللہ کر کے بھی دیکھے تجارت میں بھی برکت ہو گی اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی بنے گی جو ملازمت کرتا ہے وہ ملازمت ضرور کرے لیکن ساتھ اللہ اللہ بھی کرے جو پہلے حج کرتا ہے نمازیں پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے۔ سب کچھ کرے جو کچھ وہ کر رہا ہے جو نیک کام وہ کر رہا ہے وہ کرے لیکن اس حکم الٰہی کی تعبیر میں حیلےبہانے نہ کرے بلکہ سیدھا سیدھا ذکر الٰہی ضرور کرے اب یہ اس کی پسند ہے کہ وہ کس انداز سے یا کس سے سیکھنا چاہتا ہے یا کس مدرسے میں جاتا ہے یا کس آدمی کے پاس جاتا ہےاس کے لئے یہ مجبوری نہیں ہے کہ وہ ضرور ہمارے پاس آئے لیکن یہ اس کی ضرورت ہے وہ اللہ اللہ کرے اپنے طورپر بیٹھ کر کرتا ہے اللہ کا نام تو لے اور اللہ ایسا کریم ہے کہ اگر کوئی شخص اس کا نام لینا شروع کر دیتا ہے اس ارادے سے کہ خدایا میں تیری رضا چاہتا ہوں صرف میں تیرے نام کو اپنے دل میں بسا لینا چاہتا ہوں خدایا میں اسی کائنات میں تنہا نہیں رہنا چاہتا میں تجھے اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں یا میں خود کو تیرے ساتھ رکھنا چاہتا ہے تیری حفاظت میں رہنا چاہتا ہوں اپنے آپ کو تیری تاویل میں دینا چاہتا ہوں تو اللہ

کریم خود اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور
یھدی الیہ من الغیب جہاں انابت آئے اللہ
کریم ہدایت دے دیتے ہیں مفسرین لکھتے ہیں یہاں کہ
جب یہ ارادہ دل میں آجائے تو اللہ کریم ایسی مجلس میں
پہنچا دیتے ہیں جہاں اسے نیکی نصیب ہوتی ہے نیکی کی
تربیت نصیب ہوتی ہے نیک باتیں نصیب ہوتی ہیں نیک
کیفیات نصیب ہوتی ہیں لیکن بنیادی طور پر یہ فیصلہ
ہمارے اپنے حق میں ہے اگر اللہ کریم ہمیں پھر سے یہ
توفیق دے دیں اور جتنی تبلیغ اور جتنی تعلیم اب ہوتی ہے
اس کے ساتھ ذکر الٰہی بھی شامل ہو جائے تو دل بھی
روشن ہو جائے گا اللہ کریم آج بھی وہی ہے اس کی
عطائیں بھی وہی ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آج
بھی وہی ہیں نبوت بھی آپکی ہے آپؐ پھر سے نہ صرف
ہم عالم اسلام کو سربلند دیکھ سکتے ہیں بلکہ کفار کو بھی
مستفید ہوتا ہوا دیکھ سکتے ہیں انسانیت تک یہ برکات
پہنچیں ہوئی دیکھ سکتے ہیں اپنے اس طریقے سے اپنے
آپ میں جو ہمارا مسنگ لنک ہے جو چیز کھو رہی ہے
اس کی ترکیب کریں۔

تو یہ ہے وہ تھوڑی سی وضاحت جو میں آپ
احباب سے عرض کرنا چاہتا تھا اس میں کوئی میری ذات
کا دخل نہیں ہے کوئی آپ کی ذات کا دخل نہیں ہے
بلکہ اللہ کے لئے اللہ کا نام لینے کی ایک تحریک ہے
مسلمانوں میں کہ پھر سے ہر مسلمان ذاکر ہو جائے ہر
مسلمان کا دل پرسکون ہو جائے اور ہر مسلمان کو پھر
سے وہ برکات نصیب ہوں کہ نہ صرف وہ خود مامون و
محفوظ ہو بلکہ ایک عالم کو مامون و محفوظ کر دے اور
اس کے لئے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے یہ
لمحاتی اور وقتی کام نہیں ہے کہ ہم ایک دن کر لیں اور
پھر چھوڑ دیں بلکہ یہ عمر بھر کرنے کا کام ہے کہ آدمی
خود بھی ذکر کرے اور دوستوں کو دشمنوں کو جہاں تک
اس کی آواز پہنچتی ہے پیار سے شفقت سے یہ احساس
دلائے کہ یہ بھی آپ کی ضرورت ہے اگر کوئی نہیں
کرتا تو خفا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس سے بگڑنے
کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہمارا کام نہیں ہے اور
ہمارا نام نہیں لینا اس نے نہیں لے رہا تو یہ ہماری
شان کے خلاف نہیں ہے وہ خود اللہ کی مخلوق ہے وہ
خود حضورؐ کی امت ہے اس کا اپنا تعلق ہے ہم خادم
ہیں ہمارا یہ کام ہے کہ اسے یاد دلا دیں شاید اس طرح
سے اس کا بھلا ہو جائے اور اس کا بھلا ہونے سے
ہماری بھی کوئی خطا معاف ہو جائے شاید ہمیں بھی حضور
کے قدموں میں یا نیک لوگوں کے قدموں میں کہیں
کوئی جگہ نصیب ہو جائے۔

تو اسی کے لئے میری درخواست آپ احباب
سے یہی ہے کہ آپ اپنے چوبیں گھنٹوں کو کبھی بھی اللہ
کی یاد سے خالی مت جانے دیں میں آپ کی نماز
روزے کی بات نہیں کرتا وہ تو آپ کرتے ہیں میں
آپ کی تلاوت کی بات نہیں کر رہا وہ تو آپ کرتے
ہیں ہیں آپکی خیرات اور زکواۃ کی بات نہیں کر رہا یہ
سب کچھ تو آپ کرتے ہیں بات کر رہا ہوں

واذکر اسم ربک اپنے پروردگار کے نام کی
تکرار کر وتبتل الیہ تبتیلا اس طرح سے کر کہ پوری
دنیا کو فراموش کر کے صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو اور
اللہ اللہ کر آپ تھوڑی دیر کریں لیکن چھوڑیں نہیں
شب روز کو خالی نہ جانے دیں دیکھیں وہ کتنا کریم ہے
اور تھوڑی سی محنت پہ کتنا اجر عظیم عطا فرماتا ہے

اللہ کریم ہم سب کو حاضر و غائب تمام مسلمانوں
کو توفیق ارزاں فرمائے اور اسے قبول فرمائیں عالم اسلام
کی حفاظت فرمائیں مسلمانوں کو عزت عظمت امن اور
سکون عطا فرمائیں اور مسلمان مجاہدین کی حفاظت فرمائیں
(واخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین)

سالانہ اجتماع

۴ جولائی (جمعرات) سے دارالعرفان میں سالانہ اجتماع شروع ہوگا اور ۹ اگست تک رہے گا۔

○ تزکیۂ نفس کے لیے صحبتِ شیخ لازمی ہے۔ سلوک میں صحیح راہنمائی، باقاعدہ تربیت حاصل کرنے اور آگے ترقی کیلئے اِس اجتماع میں آپ کا شامل ہونا ضروری ہے۔

○ اِس اجتماع کا مقصد ہی یہ ہے کہ سالکین کی صحیح اور باقاعدہ تربیت کے ساتھ ساتھ صحبتِ شیخ بھی نصیب ہو۔ تاکہ آپ کے قلوب اُن انوارات و برکات سے روشن ہو جائیں جو صرف صحبتِ شیخ سے ہی نصیب ہوتی ہے۔

○ وطن کے دُور دراز علاقوں اور غیر ممالک سے آنے والے سالکین کے ساتھ میل جول بھی آپ کے لیے باعثِ برکت ہے

وقت نکال کر ضرور دارُالعرفان منارہ تشریف لائیں۔

(دارالعرفان خوشاب اور چکوال کے درمیان سرگودھا روڈ پر واقع ہے۔)

وحی میں خواتین کا مقام

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

۳۵- اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا

دعوت الی اللہ اسلام کا فرضی موضوع ہے اور یہ عام ہے پوری انسانیت کے لئے انسان ہونے میں مومن بھی شامل ہیں اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں نورایمان نصیب نہیں ہوا مرد بھی انسانیت کی ایک قسم ہے اور خواتین بھی انسانیت ہی کی ایک صنف ہے لفظ انسان عام ہے اولاد آدم علی ابنا علیہ الصلواۃ السلام کے لئے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عظمت ہے کہ آپ کی بعثت سارے انسانوں کے لئے ہے سارے زمانوں کے لئے ہے اور ساری کائنات کے لئے ہے ۔ مذکور ہے آیات کریمہ اس کا ایک خاص رخ واضح فرماتی ہیں جس کی ہمیں آج بہت زیادہ ضرورت محسوس ہو رہی ہے

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں بہت زیادہ کمزور واقع ہو چکے ہیں کتاب ہدایت بحمد اللہ ہمارے پاس ہے راستے کا تعین اور اس کے نشیب و فراز ہمارے پاس موجود ہیں اسی کے باوجود جب ہمارے قدم اٹھتے ہیں تو بمشکل چند قدم سیدھے راستے پر پڑتے ہیں اور باقی اس کے ارد گرد لڑکھڑاتے ہوئے وقت گزار دیتے ہیں جس میں سے ایک بہت بڑی کمی آج کے دور میں یہ ہے کہ اچھے بھلے دین دار گھرانوں میں بھی اکثریت ان مسلمانوں کی ہے جو خود دینی علم سے بہت زیادہ بے بہرہ ہیں اور اس سے واقفیت بہت کم رکھتے ہیں لیکن جن لوگوں کو دینی علوم سے اللہ نے حصہ عطا فرمایا ہے اور پھر وہ اپنی زندگی میں دین پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان میں بھی یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ گھروں میں دین بہت کم ہوتا ہے اور بالخصوص خواتین اپنی ضروریات زندگی کے مسائل سے بھی آگاہ نہیں ہیں بہت کم خوش نصیب ایسے ہیں جو یہ فکر کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے اسے ہم اپنی ماؤں بہنوں بیویوں بیٹیوں تک بھی پہنچائیں بلکہ دیکھا گیا ہے عموماً خواتین روز مرہ کے ضروری مسائل سے بھی آگاہ نہیں ہوتیں ۔

قران حکیم کا انداز تخاطب عموی تھا مردوں کو مخاطب فرمایا جاتا تھا کیونکہ ازواج و اولاد اسی خطاب کے تابع تصور ہوتی تھی ایک دفعہ بعض صحابیات نے بارگاہ نبوت میں علی صاحب الصلواۃ والسلام میں یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قران حکیم کی جو ایت بھی نازل ہوتی ہے وہ مردوں کو خطاب فرماتی ہے اللہ کریم مردوں سے بات ارشاد فرماتے ہیں ہم خواتین کی بھی کوئی حیثیت ہے کوئی اہمیت ہے تو حضور نے فرمایا کیوں نہیں تم بھی تو انسانیت کا ایک فرد ہو ایک صنف ہو ایک قسم ہو جب انسانیت کی بات ہوتی ہے تو تم اس میں شامل ہوتی ہو لیکن ان کی تمنا یہ تھی کہ جس طرح مردوں کو خطاب فرمایا جاتا ہے اس طرح خواتین سے بھی بات ہو جائے کہ بات کی وضاحت ہو جائے تو رب کریم نے یہ ایت کریمہ نازل فرما دی جس میں ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم آج تک اسلام اور ایمان کو ایک سمجھتے رہے ہمارے خیال کے مطابق اسلام اور ایمان میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن جب یہ ایت کریمہ سامنے آتی ہے تو یہ اسلام کو اور ایمان کو الگ الگ بیان فرماتی ہے حالانکہ قران حکیم کا اعجاز یہ ہے کہ کم تر الفاظ میں بہت بڑی بات ارشاد فرما دیتا ہے اس نے اسلام اور ایمان دو لفظوں کو جب جداگانہ استعمال فرمایا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ واقعی یہ دو علیحدہ علیحدہ حصے ہیں دو علیحدہ اوصاف ہیں تو ان کا تعین کیا ہو گا۔

اسلام تسلیم کرنے کا نام ہے جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی جس نے اسے تسلیم کر لیا وہ اسلام لے آیا لیکن ایمان ان کیفیات میں ڈوب جانے کا نام ہے جہاں انسان کا اپنا اختیار فنا ہو جاتا ہے یہ اسلام سے بہت آگے گہرائی میں چلا جاتا ہے جہاں اس کی اپنی کوئی پسند نہیں رہتی اس کی اپنی کوئی آرزو نہیں رہتی اس کی اپنی کوئی خواہش نہیں رہتی وہ جیتا ہے اللہ کے لئے مرتا ہے اللہ کے لئے سفر کرتا ہے اللہ کے لئے قیام کرتا ہے اللہ کے لئے کسی کام سے رک جاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ مجھے دنیوی نقصان ہو گا اس لئے رک جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روک دیا تھا۔ کسی کام کے کرنے کو لپکتا ہے تو اس لئے نہیں کہ اس سے مجھے بہت کچھ حاصل ہو گا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کرنے کا حکم دیا ہے تو ایمان یقین کی گہرائی کا نام ہے کہ جہاں آدمی اپنے ارادے اور اختیار کو چھوڑ دے کامل اس کیفیت کا نام ہے جہاں آدمی مشورے دینے سے گریز کرے بلکہ سنے اور تعمیل ارشاد کے لئے سرگرم عمل ہو جائے۔

اسلام ایک کیفیت ہے جہاں عقل انسانی ہتھیار ڈال دیتا ہے اس کے پاس انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہتی وہ حقائق کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اعلان کر دیتا ہے کہ میں اللہ کی الوہیت کا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قرار کرتا ہوں لیکن عملی زندگی میں وہ کبھی تعمیل ارشاد نہیں بھی کر لیتا ہے کبھی چھوڑ بھی دیتا ہے اپنے رائے کو فنا کرتا اپنے مشورے کو اپنی خواہشات کو اپنی آرزوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اس پر کتنے لمحے اتنے بیت جاتے ہیں جب اس کا فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فیصلے سے ٹکرا جاتا ہے۔ جب اس کا عمل حضور کے حکم کے خلاف چلا جاتا ہے لیکن وہ حضور کی عظمت سے انکار نہیں کرتا انکار کر دے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لیکن عمل میں کوتاہی کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اگر رب کریم اسے اس پر ترقی نصیب فرمائیں اور ترقی کے لئے ایک بات کی ضرورت ہے ترقی کے لئے ضرورت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو جاننے کی کوشش کریں جہاں ہم بے شمار رسالے پڑھتے ہیں اخباریں پڑھتے ہیں ناول پڑھتے ہیں کتابیں پڑھتے ہیں وہاں سیرت نبوی کا مطالعہ بھی اپنے اوقات میں شامل کر لیں۔

سیرت نبوی کے مطالعہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جوں جوں عظمت رسالت اجاگر کرتی چلی جاتی ہے دل اسی قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھنچے لگتا ہے

حتیٰ کہ عین ایمان ہے ہی حضور کی عظمت سے واقفیت کا نام جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ولالت کرتی ہے کہ جب حضور طائف تشریف لے گئے تو اہل طائف نے بہت زیادتی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت بے مروتی سے پیش آئے پتھر پھینکے وجود اطہر زخمی ہو گیا سفر کی تھکاوٹ تھی ان کی جارحانہ گفتگو توہین آمیز رویہ اور سنگ باری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر ایک باغ میں ایک درخت کے نیچے تشریف لے گئے سایہ میں جب آپ آرام فرما ہوئے تو رب جلیل نے ایک فرشتے کو بھیج دیا جسے حدیث شریف میں ملک الجبال کہا گیا ہے جو فرشتہ پہاڑوں پہ مقرر ہے کہ میرے حبیب سے میرے سلام کے بعد یہ کہہ دو کہ انہوں نے اپنی قوت واستعداد کے مطابق پتھر پھینکے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں ان بڑے بڑے پہاڑوں کو اٹھا کر اسی بستی پر پھینک دوں

تو جو جملہ حضور نے ارشاد فرمایا وہ اسی بات پر ولالت کرتا ہے کہ معرفت رسالت ہی ایمان کی بنیاد ہے آپ نے فرشتے کو جواب دینے کی بجائے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ مبارک اٹھائے اور عرض کی بار الہٰی اللّٰھم اھد قومی خدایا اگر کرنا ہی چاہتا ہے تو انہیں غرق نہ کر انہیں ہدایت دے دے اللہ کریم اگر اس میری مشقت پہ میری اس محنت پہ میری اس تکلیف برداشت کرنے پر رحمت متوجہ ہوئی ہے تو ان پر غضب نازل نہ فرما انہیں ہدایت دے دے یہ ہدایت کیسے پائیں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہی نہیں کر رہے تو اس کا عذر آپ نے پیش فرمایا فانھم لایعلمون کہ یہ مجھے پہچانتے نہیں اگر یہ مجھے پہچان لیتے تو یہ میرے پاؤں چومتے یہ مجھے آنکھوں پہ بٹھاتے یہ میرے ساتھ زیادتی اس لئے کر رہے ہیں کہ انہوں نے مجھے پہچانا نہیں ہے۔

تو یہاں سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ایمان تب نصیب ہوتا ہے جب عظمت رسالت کی پہچان کا کوئی شمہ نصیب ہو جائے تو اللہ کریم نے اسلام میں بھی ایمان میں بھی جہاں مرد حضرات کا ذکر فرمایا وہاں برابر خواتین کو شریک رکھا پیچھے نہیں رہنے دیا ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت یعنی جو درجہ اسلام کا کوئی مرد حاصل کر سکتا ہے اس رتبے پر ایک خاتون بھی فائز ہو سکتی ہے اور جو عظمت اسلام کی کسی مرد کے دل کو گرما سکتی ہے وہی نور ایمان خواتین کے حصے میں بھی اللہ کریم نے اسی درجے کا مقرر فرما دیا۔

والقٰنتین والقٰنتٰت والصادقین والصادقٰت

ایمان کا خاصہ یہ ہے کہ جب نصیب ہوتا ہے تو اللہ کے روبرو کر دیتا ہے جسے حضور اکرم فانہ یراک اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کی عبادت روبرو کھڑے ہو کر کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ رتبہ بلند نہ پاسکو تو اس یقین کو ہاتھ سے جانے نہ دو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے یعنی یہ کمتر درجہ ہے جو ایمان کی بدولت نصیب ہو جاتا ہے اعلیٰ درجہ یہ ہے عبادت کرنے والا اس کیفیت میں ڈوب جائے کہ میں رب جلیل کو اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں اور اگر کوئی ان بلندیوں تک نہ پہنچ سکے تو کم از کم اس کا دل اس یقین سے لبریز ہو کر میرا رب مجھے یقیناً دیکھ رہا ہے۔
یہ درجہ جب نصیب ہو گا تو یہ صداقت پیدا کر دے گا قول میں بھی فعل میں بھی والصادقین والصادقٰت کھرے مرد سچی خواتین ان کے قول و فعل میں ان کے عمل میں ہر جگہ حق کارفرما ہو گا صداقت کارفرما ہو گی ریا منافقت جھوٹ ان چیزوں سے نجات نصیب ہو جائے گی ۔

والصٰبرین والصٰبرٰت اور جب حق کا یہ درجہ نصیب ہو گا تو ایک قوت پیدا ہو جائے گی اس انسان کے وجود میں کہ وہ صبر کر سکے گا صفت صبر سے متصف ہو جائے گا صبر کا لغوی معنی ہوتا ہے باگ کھینچ لینا جس طرح ہم سواری پر بیٹھے ہوئے گھوڑے کی لگام کھینچ کر اسے روک لیتے ہیں اسی طرح سے کسی کا رک جانا ہمارے ہاں صبر عموماً صرف اس بات پر ہم استعمال کرتے ہیں کہ کسی کا کوئی نقصان ہو جائے اور وہ جزبز نہ ہو یہ صبر کا حقیقی مفہوم نہیں ہے بلکہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں اور اس کرنے کا موقعہ بھی

آپ کے پاس ہے وہ بات کرنے پہ آپ قادر بھی ہی لیکن اپنے آپ کو روک لیتے ہیں اس لئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے وہ کام کرنے کی اجازت نہیں دی اور اس کے لئے بڑی قوت چاہیے کہ انسان اپنی خواہش نفس کو اپنی آرزو کو اپنے ارادے کو اسی لئے روک لے کہ اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت نہیں دی تو فرمایا یہ قوت صداقت کے بعد ترقی نصیب ہو تو پیدا ہوتی ہے اور اس میں بھی مرد حضرات کے ساتھ خواتین برابر کی شریک ہیں۔

والخشعین والخشعٰت اور جنہیں یہ قوت نصیب ہوتی ہے انہیں واقعی خشوع نصیب ہو جاتا ہے خشوع ہوتا ہے کہ محض الفاظ زبان سے نہ نکل رہے ہوں بلکہ انسان ان جذبوں میں ڈوب کر بات کر رہا ہو۔

والمتصدقین والمتصدقٰت وہ حضرات جو اپنی قوتیں اپنی استعداد اپنے اختیارات اپنا مال و دولت اپنا علم جو جو قوتیں رب کریم نے انہیں دی ہیں ان قوتوں کو عظمت باری آشکارا کرنے پہ صرف کر دیں اس میں بھی جہاں مرد حضرات ہیں وہاں خواتین ان کے ہم پلہ اور برابر شریک ہیں والصائمین والصٰئمٰت اور ایسے لوگ جو اللہ کے حکم پر کھانا پینا تک ترک کر سکتے ہیں ضروریات زندگی کو روک سکتے ہیں ایسی خواتین جو اللہ کے لئے روزہ رکھ سکتی ہیں۔

والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت اور اخلاقیات میں اپنے اپ کو احکام الٰہی کا پابند کرے مرد ہوں یا خواتین تو یہ تمام اوصاف جس ترتیب سے قرآن حکیم نے ارشاد فرمائے ہیں اسی ترتیب سے ان کا حصول ممکن ہے یعنی یکے بعد دیگرے جوں جوں اللہ کا قرب اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے تو یہ اوصاف حاصل ہوتے جاتے ہیں جب یہ تناور درخت بنتا ہے کچھ اوصاف اس کی جڑیں ہیں کچھ اوصاف اس کا تنا ہیں کچھ اوصاف اس کے پتے ہیں کچھ اس کے خوشبو دار پھول ہیں پھر جب اس پہ پھل آتا ہے تو وہ ہوتا ہے والذٰکرین اللہ کثیراً والذٰکرات پھر ان کا کوئی لمحہ یاد الٰہی سے خالی نہیں رہتا مرد ہوں یا خواتین بالترتیب ان مدارج کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ کہ ان کی صرف زبان ذکر نہیں کرتی وجود کا ایک ایک ذرہ اللہ کا نام لیتا ہے۔

ثُمَّ تَلِینَ جُلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ

کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک گوشت ہو پوست ہو ہڈیاں ہوں خون ہوں رگ و ریشے ہوں یا دل کی گہرائیاں ہوں جہاں سے دیکھو وہاں سے اللہ کا نام نکل رہا ہے اور یہ وہ درجہ ہے جو انسان کی تخلیق کا مقصد ہے حدیث قدسی میں آتا ہے

کنت کنزا مخفی میں ایک ایسا پوشیدہ خزانہ تھا جسے کوئی جان نہیں سکتا تھا تو میں نے انسان کو تخلیق فرمایا کہ کوئی میرا جاننے والا بھی ہونا چاہئے ایک ایسی مخلوق ہو جو میری عظمت سے آشنا ہو اسی لئے عبادت کسی پر مجبوراً مسلط نہیں کی ورنہ وہ قادر تھا جس کے حکم سے لوگ پیدا ہوتے ہیں جس کے حکم سے لوگ مرتے ہیں جس کے حکم سے لوگ صحت پاتے ہیں جس کے حکم سے بیمار ہوتے ہیں جس کے حکم سے امارت و غریبی تقسیم ہوتی ہے جو ہماری شکلیں متشکل کرتا ہے جب ہم نہیں ہوتے جو ہمارے لئے رزق تقسیم کرتا ہے جب ہمیں مانگنے کا شعور ہی نہیں ہوتا۔ ہمیں مانگنے کا سلیقہ اور خبر بھی نہیں ہوتی وہ ہمارے لئے رزق کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ہر انسان اس کی بارگاہ میں اس طرح سرنگوں رہتا جس طرح کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔

لاتتحرک ذرۃ الا باذن اللہ لیکن اس نے ساری کائنات کو تو اپنے حکم کا تابع قرار دے دیا اپنی تخلیق میں اپنی زندگی میں انسان بھی اس کی تقدیر کا تابع ہے جب بات عبادت کی نیاز مندی کی آتی ہے تو وہاں اپنا حکم نافذ نہیں فرمایا کیونکہ انسان کو یہ شعور بخش دیا جس میں اتنی وسعت ہے کہ وہ عظمت باری کو اپنی حیثیت کے مطابق پہچان سکتا ہے اور یہ بات پسند فرمائی کہ انسان میرے قریب آئے مجھے پہچانے اور پھر اس کا دل فیصلہ کرے کہ یہ ذات ایسی ہے کہ اس کے دروازے پہ

پیشانی رکھ دینی چاہئے۔

تو جب وجود کا انگ انگ ذاکر ہو جاتا ہے گوشت پوست اور ہڈیاں اللہ کا نام لینے لگ جاتی ہیں تو از خود آنکھوں کو حیا نصیب ہو جاتی ہے کیونکہ جو آنکھ ذاکر ہوتی ہے حدود الہی سے متجاوز نہیں ہوتی زبان کا حسن کلام نصیب ہو جاتا ہے اس لئے کہ ذاکر ہوتی ہے نہ صرف الفاظ اس سے نکلتے ہیں بلکہ گوشت کے وہ حصے جن سے وہ بنی ہوتی ہے وہ اللہ کا نام لے رہے ہوتی ہیں اس کا دل نیکی کی آرزوئیں اور خواہشات پیدا کرتا ہے اس لئے کہ صرف اس کی اوھڑکن ہی میں اللہ کا نام نہیں ہوتا جن رگوں ریشوں سے ان کی تعمیر ہوئی ہے انہیں بھی اللہ اللہ نصیب ہوئی ہوتی ہے اور پھر محققین ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کسی کو یہ عظمت نصیب ہوتی ہے پھر جو لباس وہ استعمال کرتا ہے اس لباس سے اللہ اللہ کی خوشبو آتی ہے جس زمین پہ وہ بسیرا کرتا ہے زمین کا وہ ٹکڑا اللہ اللہ کرتا ہے اور جس خاک میں اس کا وجود پنہاں ہوتا ہے اس خاک کے ذرات اللہ اللہ کرتے ہیں اسی لئے ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا میں ایسے نامور لوگ جنہوں نے ایک عالم فتح کیا ایک عالم پر حکومت کی قبروں میں پہنچے تو ان کے ورثاء نے بڑے عالی شان مقابر تعمیر کئے ہیں ہزاروں لوگ ان کی حفاظت دیکھ بھال اور صفائی پر مقرر کئے ہیں لیکن مرور زمانہ نے ساری شوکتیں چھین لیں۔

میں ایک دفعہ لاہور گیا تو مقبرہ جہانگیر کو دیکھنے چلا گیا جہانگیر بڑا ہی نازک مزاج حکمران تھا اور بنگالہ سے کابل تک اور ہمالہ سے دکن تک اس کا حکم نافذ تھا بہت عالی شان مقبرہ بنوایا گیا اس کا اور لاکھوں خدام وہاں کے گردا گرد باغ لگوائے گئے جو باغوں کی نگہداشت کرتے تھے مقبرے کی خدمت کرتے تھے صفائی کرتے تھے لیکن نہ وہ نقیب رہے نہ خواجہ سرا اور جب میں نے دیکھا تو چند لڑکے کولڈ ڈرنک کی بوتلیں لئے قبر کے تعویز پر بیٹھے پکنک منا رہے تھے کہاں وہ شوکت جہانگیری اور کہاں یہ بے بسی کہ قبر پر بیٹھے ہوئے لڑکے سگریٹ پی رہے ہیں کولڈ ڈرنک پی رہے تھے گپیں لگا رہے تھے

اسی شہر عجائب میں ہم حضرت علی ہجویری رحمتہ اللہ تعالی علیہ کو دیکھتے ہیں کہ جو سینکڑوں میل دور ہجویر سے ہجرت کر کے تشریف لائے کوئی ان کا وہاں رشتہ دار نہیں تھا کوئی ان کی وہاں حکومت نہیں تھی کوئی ان کا وارث موجود نہیں تھا۔ جو عالی شان مقبرے بنواتا کوئی ان کی قبر پر خواجہ سرا اور خادم اور نوکر مقرر نہ کئے گئے لیکن اس قبر کی اتنی ہیبت ہے کہ سلطان زمانہ اس سے آج بھی لرزتے ہیں اس کے وہاں مقبرے کی شوکت سارے جہاں کی شوکت کو ماند کر دیتی ہے اور لاکھوں ختم قران ہر مہینے وہاں ہو جاتے ہیں دن اور رات کا کوئی لمحہ نہیں ہے کہ وہاں بیٹھے ہوئے لوگ تلاوت نہ کر رہے ہوں اللہ کی عبادت نہ کر رہے ہوں تسبیحات نہ پڑھ رہے ہوں آخر ان سب کو کس نے باندھ کر رکھ دیا کہ وہ اس مشت خاک کا بھی ادب کرتے ہیں جہاں ایک مرد درویش خوابیدہ ہے۔ یہ عظمت کسی انسان کی نہیں یہ اللہ کے اس نام کی ہے جو اس مرد درویش کے رگ و پے میں سرایت کر گیا والذکرین اللہ کثیرا والذکرت اور یہ رتبے بلند جہاں مرد حضرات کا حصہ ہیں وہاں خواتین کو رب جلیل نے پیچھے نہیں رکھا ہر خاتون بھی یہ رتبہ حاصل کر سکتی ہے ولایت مردوں کے لئے ہی نہیں ہے خواتین کا بھی اس میں برابر کا حصہ ہے فرمایا جسے یہ نعمت نصیب ہو جائے ایسے ہی لوگوں کے لئے جو ذکر کثیر کی دولت کو پالیتے ہیں

اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما بحیثیت انسان ان سے لغزش بھی ہو جائے تو اس کے لئے میری بخشش منتظر رہتی ہے اور اجر عظیم ان کا مقدر ہے ان کا حصہ ہے انہی کے لئے میں نے بنایا ہے انعامات آخروی ان کا حق بنتے ہیں لیکن یہ بڑا لمبا فاصلہ ہے قرآن حکیم میں ارشاد فرما دیا گیا آدمی اسلام کو ایمان کے درجے کو پائے پھر حضوری حال کرے خشوع حاصل کرے تصدق کرے اور صبر کو حاصل کرے پھر صائم ہو جائے اور اخلاقیات کے اعلیٰ مقام کو حاصل کرے یہ اتنا آسان کام تو نہیں ہے رب جلیل ہی سے پوچھا چاہئے کہ اس

کے حصول کا بھی کوئی طریقہ ہے چونکہ یہ اتنی عالی ہیں صفات اور یہ اوصاف اتنے مہنگے اور اتنے مشکل ہیں کہ انہیں ہم کسی دکان سے نہیں اٹھا سکتے از خود ہم کیسے نیک ہونا شروع ہو جائیں خدایا کوئی تو اس تبدیلی کا بنیادی سبب ہونا چاہئے۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر درخت پر جو پھل لگتا ہے اس پھل میں وہ درخت بھی پنہاں ہوتا ہے صنعت باری بھی بڑی عجیب شے ہے کہ ایک بڑے سے بڑا تناور درخت ہوتا ہے اس پر چھوٹا سا پھل لگے تو اس پھل میں وہ پورا درخت جو ہوتا ہے وہ سویا ہوا ہوتا ہے ضرورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی زمین تلاش کرے اس میں اس پھل کو دبا دے اور اسے پانی دیتا رہے اس کی نگرانی کرتا رہے اسے خراب ہونے سے بچاتا رہے اور مسلسل اس کی حفاظت کرے تو پھر وہ اس گٹھلی سے بہت بڑا درخت حاصل کر لیتا ہے۔

یہی طریقہ یہاں رب جلیل نے ارشاد فرمایا اور قرآن حکیم میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا واذکرو اللہ ذکر اکثیرا کہ تم یہ جو میرا نام ہے اللہ کا ذاتی نام جو ہے یہ نام اپنے دل میں دبالو یہ بیج لگا لو تم سارا تناور درخت اس سے پھوٹ کر نکلے گا اور تمام اوصاف جمیلہ تمہیں نصیب ہو جائیں گے یہ تو آسان کر دیا رب کریم نے فرمایا واذکر اسم ربک اپنے رب کے نام کی تکرار کرو اللہ اللہ اللہ کہو اور اتنا کہو وتبتل الیہ تبتیلا حتیٰ کہ کائنات معدوم ہو جائے اور رگ وپے میں نگاہ میں ذہن میں دل میں ہر طرف اللہ ہی نظر آنے لگے وتبتل الیہ تبتیلا اتنا ذکر کرو میرے نام کی اتنی تکرار کرو کہ تمہیں مخلوق سے انقطاع نصیب ہو جائے اور یہ پودا تمہارے اندر تمہارے سینے میں اگ آئے یاد رکھیں عہد نبوی جو تھا علی صاحب الصلوۃ والسلام اس میں یہ کام حضور کی ایک نگاہ سے ہو جاتا تھا آپ کی نگاہ پاک کی تاثیر یہ تھی صاحب جذب القلوب الی دیار محبوب لکھتے ہیں کہ میں جب حج کے لئے حاضر ہوا تو مکہ مکرمہ کے نواح میں گلیوں میں میں نقوش کف پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کیا کرتا تھا کیونکہ وہ صاحب کشف تھے صاحب حال تھے فرماتے ہیں زمین کے جس خطے پر جس ٹکڑے پر حضور کا تلوہ مبارک لگا ہے وہ مجھے زمین میں اس طرح نظر آتا تھا جس طرح آسمان پر چاند دکھائی دیتا ہے تو میں انہی کی تلاش میں پھرا کرتا تھا تو پھر جب میں مدینہ منورہ سے چلا تو میں راستے میں حضور کے نقوش کف پا کو تلاش کرتا چلا جاتا تھا کہ کہاں حضور نے قیام فرمایا کہاں سواری سے نزول اقدام فرمایا کس زمین پر آپ نے قدم رکھا لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب میں نے صحراؤں کو دیکھا بیابانوں کو دیکھا تو ریت کے ہر ذرے سے نور پھوٹتا تھا تو فرماتے ہیں میں نے دعا کی کہ بار الہی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی جہاں قدم مبارک لگا ہے وہاں کی روشنی تو میں سمجھ رہا ہوں لیکن یہ سارے صحراؤں میں بیابان کیسے منور ہیں تو وہ فرماتے ہیں مجھے اللہ کریم کی طرف سے یہ بات سمجھائی گئی کہ جہاں تک حضور کی نگاہ پہنچی ہے ہر ذرہ منور ہو گیا تو جس نگاہ پاک نے صحراؤں بیابانوں کو روشنی عطا کر دی جب کوئی ایمان لا کر آپ کے سامنے پہنچتا تھا تو ایک نگاہ میں صحابی بن جاتا تھا۔

مرد آیا صحابی عورت پہنچی صحابی بچہ پہنچا صحابی بوڑھا پہنچا صحابی جو خدمت عالی میں پہنچا ایمان لاکر بیک نگاہ جتنے اوصاف جمیلہ قرآن نے بیان فرمائے ہیں ان کا مثالی مسلمان بن جاتا ہے انبیاء کے بعد کوئی غیر صحابی اس کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہو سکتا اور مجسم وہ شخص بن جائے کہ جس کے بارے میں قرآن اطلاع دیتا ہے ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ تو یہ معرکہ تو اس کا ایک نگاہ میں طے ہو گیا یہ کمال صحابیت ہی تھا کہ ایک دفعہ انہوں نے توحید باری کا اقرار کر لیا تو دنیائے کفر کی ساری طاقتیں سر پھوڑ کر بیٹھ گئیں کوئی ان کی زبان سے پھر یہ بات نہ نکلوا سکا کہ ہم اس کا اقرار نہیں کرتے یہ کتنی عجیب بات ہے

صحابیت کا حال یہ تھا کہ ان کی پسند ختم ہو گئی تھی آپ اندازہ کریں کتنا مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہہ دیا تجھے ہاتھ نہیں اٹھانا دن نہیں

ہفتے نہیں مہینے نہیں تیرہ سال اذیتیں برداشت کرتے رہے اور کسی نے ہاتھ نہیں اٹھایا کتنی عجیب بات ہے آپ کسی کو حکم دے دیں کہ تو مار کھاتا رہے تکلیف برداشت کرتا رہے طعنے سنتا رہے تجھے جواب نہیں دینا تجھے مقابلے میں ہاتھ نہیں اٹھانا

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزا تو جب ہے کہ گرتے کو تھام لے ساقی

جذبات کو بھڑکا کر لڑا دینا تو چیونٹی کو بھڑکا کر شیر سے لڑایا جا سکتا ہے خواہ وہ مر جائے آدمی کے جذبات کو بھڑکا کر دیوار سے ٹکرایا جا سکتا ہے لیکن اس قدر تواضع پیدا کر دینا اور جذبات پر اتنا قابو عطا کر دینا کہ بغیر حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کے جذبات میں کوئی جنبش ہی پیدا نہیں ہوتی کتنی عجیب بات ہے اگر لڑتے نہیں تو یہ کہہ سکتے تھے کہ آپ ان کافروں کے حق میں بددعا کر دیجئے اتنا نہیں کرتے تو ہماری حفاظت کی دعا ہی کر دیجئے آپ پوری حدیث پوری سیرت میں یہ بات تلاش نہیں کر سکتے یعنی انہیں مار کھانے پہ ہی لطف آتا تھا کہ یہی حق ہے ہمارا ہمیں حضور نے مار کھانے اور برداشت کرنے کا حکم دے دیا ہے اب حق تو یہ تھا کہ جو تیرہ برس مار کھاتے رہے انہیں اللہ کریم مکہ پہ غلبہ دے دیتا لیکن رب بے نیاز ہے اس نے حکم دے دیا میرے حبیب انہیں کہہ دو گھر بار چھوڑ دو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد فرما دیا تو اہل مکہ ہجرت سے روکتے تھے اور وہ چھپ چھپ کر ہجرت کرتے تھے کتنی عجیب بات ہے کہ کافر بھی روکتے تھے کہ یہ نہ جائیں

حلیۃ الاولیاء میں تحریر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ نے جب ہجرت فرمائی ایک غریب عورت تھی اہل مکہ سے چھپ کر نکلی کوئی زاد راہ ساتھ نہ لے سکی رمضان مبارک کا مہینہ تھا اور اس نے روزہ بھی رکھا ہوا تھا راستہ بھی بچ کر چلتی تھی کہ میں غریب ہوں تنہا عورت ہوں جہاں کافر نے دیکھا پکڑ کر مکہ واپس کر دے گا اور سارا دن پیدل چلتی رہی سارے دن کی پیاس تھکاوٹ صحرا کی گرمی برداشت کرتی رہی لیکن اس کے قدم مدینہ منورہ کی طرف بڑھتے رہے فرماتی ہیں حتیٰ کہ سورج نے تھک ہار کر سر جھکا دیا غروب ہونے کے قریب آیا تو میں نے دیکھا میرے پاس تو پانی کا قطرہ بھی نہیں ہے چلو پیاس نہ بجھاتی روزہ تو افطار کرتی لیکن خدا واقف ہے میرے حال سے میں چلتی رہی فرماتی ہیں جیسے سورج ڈوبا مجھے سر پر اس طرح سے آواز آئی جس طرح تیزی سے کوئی اڑتا ہوا پرندہ گزرتا ہے اس کے پروں کی آواز آتی ہے تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا آسمان سے ایک ڈول نیچے گرتا ہوا آیا وہ میرے پاس آکر رک گیا فرماتی ہیں میں نے پانی پیا ٹھنڈا لذیذ اور شیریں جس نے دن بھر کی نہیں زندگی بھر کی پیاس ختم کر دی اور اس کے بعد فرماتی ہیں مرنے تک مجھے یہ حسرت ہی رہی کہ کبھی مجھے پیاس لگے بہت زیادہ گرمی ہوتی تھی کیونکہ فتح مکہ کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے جاتیں تو عین دوپہر میں طواف کرتیں کہ کبھی پیاس لگے پیاس کا بھی مزہ تو دیکھ لوں۔

یہ اتنی دل نوازیاں یہ اتنی نوازشیں یہ اتنے کرم لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم شہر کیوں چھوڑیں جب آپ اللہ کے حبیب ہیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے تو ان کافروں کو یہاں سے نکال دے فرمایا نہیں جب حضورؐ نے حکم دے دیا تو پھر اس میں سوچنے کی تو کوئی بات ہی باقی نہیں رہی اور بڑی عجیب بات ہے جو کفار اور مشرکین سے بھاگ کر اور جان بچا کر مدینہ منورہ جاتے ہیں مجھے یہاں اس رائے سے ہی اختلاف ہے میری یہ رائے نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ صرف اللہ کا حکم تھا اس کی اطاعت میں وہ لوگ نکل گئے میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ اہل مکہ کے اکثر لوگوں نے اکثریت نے حضورؐ کی قدر نہیں کی مدینہ منورہ والے مدینہ سے چل کر وہاں پہنچے کہ حضور ہمارے ہاں تشریف لائیں اور جب انہوں نے دعوت دی تو ان میں سے ایک نے کہا کہ سوچ کر دعوت دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاں آنے کی دعوت دینے کا معنی یہ ہے کہ دنیا کے کفر کو تم نے چیلنج کر دیا وہ تم پر حملہ کریں گے تمہارے گھر تباہ کریں

گے تمہاری اولادیں قتل کریں گے تمہیں لڑنا ہو گا یہ سوچ کر دعوت دو تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ سارا کچھ سوچ کر ہی فیصلہ کر کے آئے ہیں کہ جو آئے گا ہم برداشت کریں گے لیکن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ضرور دعوت دیں گے تو یہ رب کی تقسیم تھی کہ جہاں بیت اللہ مکہ میں کھڑا ہے وہاں نہ صرف مکہ بلکہ بیت اللہ بھی گنبد خضراء کی طرف نگاہیں اٹھائے دیکھتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ پہچانا تو مکہ کی زمین آج تک ترستی ہے گنبد خضرا کو اگر بیت اللہ کے ساتھ وہاں گنبد خضرا بھی ہوتا تو کیا ہوتا۔

میرے اپنے خیال کے مطابق ہجرت اسی لئے ہوئی ورنہ وہ قادر کریم جو ہجرت کے بعد فتح مکہ کرا سکتا ہے اس سے پہلے بھی مکہ کو فتح کرا سکتا ہے تو بہرحال جب یہ ہجرت کر کے آئے تو تاریخی اعتبار سے یا اپنی کمزوری کی وجہ سے برداشت نہیں کر سکتے تھے تو چلے آئے مدینہ منورہ آکر انہیں کون سی طاقت مل گئی انہیں اللہ نے حکم دے دیا اب تم جہاد کر سکتے ہو اب تمہیں اجازت ہے ہاتھ اٹھانے کی تو وہ شہر سے ڈیڑھ سو کلو میٹر دور جا کر ان کے سامنے صف آرا ہو گئے جو مکہ کی منتخب فوج تھی ہزار آدمی کی اور چنے ہوئے لڑاکا شہسوار تھے اس میں یہاں صرف تین سو تیرہ تھے جن میں اکثر بوڑھے اور بچے تھے اور سارے لشکر کے پاس چھ زریں تھیں اور دوگھوڑے تھے آٹھ زریں چھ تلواریں اور دو گھوڑے تھے سارے لشکر کے پاس یہ سامان حرب تھا اور کھانے کے لئے چار پانچ پانچ کھجوریں تقسیم فرمائی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد کی صفیں بن رہی تھیں تو فرمایا یہ کھا پی بھی لو کسی نے یہ نہیں پوچھا یا رسول اللہ ہم کیسے لڑیں گے ہتھیار نہیں ہیں تعداد کم ہے کوئی قوت نہیں طاقت نہیں کھانے کو کچھ نہیں۔

اسلئے کہ ان کے وجود کا ہر ذرہ منشا باری اور منشاء نبوتؐ کے تابع ہو چکا تھا۔ کوئی سوچنے کی ضرورت ہی نہیں تھی سننا اور عمل کرنا ان کا کام تھا اس لئے قران کریم خبر دیتا ہے کہ جب لڑائی شروع ہوئی تو اللہ نے فرشتوں کو حکم دے دیا یہ دیوانے ہیں یہ کٹ جائیں گے پیچھے نہیں ہٹیں گے جاؤ ان کی طرف سے جا کر لڑو۔ تو انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ بیک نگاہ ان کے رگ وپے میں اللہ کا ذکر جاری ہو گیا۔

ہم وہ خوش نصیب نہیں ہیں ہم میں اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم میں چودہ صدیاں حائل ہیں ہم یہ نعمت کہاں سے لیں تو یہ برکات نبوت ہیں میں میرے بھائی جب نبوتؐ باقی ہے تعلیمات نبوت باقی ہیں تو برکات نبوت کا بھی تو کوئی شمہ ہونا چاہئے تو رب جلیل نے اپنی مخلوق کا ایک حصہ اس کام لے لئے منتخب فرمالیا۔

۔ این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

وہ خود کسی کو عطا فرما دیتا ہے کہ حضورؐ کی نگاہ جن پر پڑی ان کی نگاہ جن پر پڑی وہ تابع بن گئے تابعین کی نگاہ جن پر پڑی تبع تابعین بن گئے تبع تابعین کے بعد ایک پورا تسلسل چل پڑا کہ لوگ بزرگان دین کی خدمت میں پہنچتے زانوئے ادب تہ کرتے اللہ کا ذکر کرتے اور ان کی مجالس سے ان انوارات کو اخذ کرتے جو انہوں نے اپنے پہلوں سے لئے تھے تو ان کے رگ وپے میں بھی ذکر الٰہی جاری ہوتا تھا۔

اور جب ذکر خون کا حصہ بنتا ہے دل کی دھڑکن بنتا ہے تو سارا بدن خود بخود اصلاح کی طرف چل پڑتا ہے جیسے حضورؐ نے فرمایا کہ بدن میں ایک لوتھڑا ہے بگڑ جائے تو سارے بدن کو بگاڑ دیتا ہے فاذا صلح صلح الجسد کلہ سدھر جائے تو سارے جسم کو سدھار دیتا ہے الاھی القلب غور سے سن لو یہ قلب ہے

تو اہل اللہ نسلاً بعد نسلاً عمریں صرف کر کے مجاہدے کر کے محنتیں کر کے ان نعمتوں کو حاصل کیا اور آنے والی نسلوں کو پہنچایا اور یہ بنیاد ہے میرے بھائی یہ تخم ہے یہ بیج ہے جب تک یہ دل میں بویا نہ جائے میں تو سمجھتا ہوں کہ عبادات بھی محض ایک ورزش سی بنی رہتی ہیں آدمی کو عبادات میں وہ لذت نصیب نہیں ہوتی کہ میں اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہوں اور

شائد یہی وجہ ہے کہ ہماری بیشتر عبادات ہمیں برائیوں سے روکنے سے معذور ہو چکی ہیں ہم حج کرتے ہیں حج اتنی بڑی عبادت ہے کہ زندگی میں رب کریم نے ایک بار فرض فرمایا کہ ایک دفعہ حج کر لینے سے انسان ساری زندگی کے لئے سدھر جاتا ہے ہم تو ہر سال کرتے ہیں اور اور سدھرتے نہیں کوئی فرق نہیں پڑتا بازار میں میدان عمل میں ہم جائیں تو نمازی اور بے نماز حاجی اور غیر حاجی عمل میں کوئی فرق نظر نہیں آتا شاید اسی لئے کہ ہم نے یہ پریکٹس تو اپنا لی ہے لیکن وہ پودا اپنے دلوں میں نہیں لگایا جس کے لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ایسے لوگوں کو تلاش کریں جن کے دل روشن ہوں سینے منور ہوں خون کی گردش دل کی دھڑکن سے اللہ کا نام نکلتا ہو اور یہ ہیں برکات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ مرد و عورت دونوں کا حق ہے

جس مرد کو یہ نعمت حاصل ہو وہ اپنے گھر کی خواتین تک کم از کم ضرور پہنچائے ماؤں کو بیٹیوں کو بیویوں کو بہنوں کو یہ ضرور سمجھائے اس کے ساتھ جب یہ دل میں اللہ اللہ کا پوداو پنپتا ہے تو عجیب بات ہے کہ اخلاقیات ایمانیات اعتقادیات اعمال ہر چیز سدھرنا شروع ہو جاتی ہے تو میں نے تو اس کا یہاں تک تجربہ کیا ہے کہ مغرب میں یورپ میں امریکہ میں اس سے بھی دور سویڈن میں ناروے میں وہاں کے لوگوں کو جو مجھ سے مل سکے ہیں میں کہہ دیا یار تم کچھ نہ کرو تم رہنے دو اسلام کو اللہ کا نام لینا شروع کر دو اور چھوڑو نہیں اور اللہ کی شان ہے جس کافر نے لیناشروع کر دیا وہ مسلمان ہو گیا میں پچھلی دفعہ امریکہ گیا دنیا کی ساری بے حیائی جمع کریں تو امریکہ کی نسبت کم ہے اور امریکہ کی ساری بے حیائی ایک نیو یارک کے مقابلے میں کم ہے پھر نیو یارک میں ایک علاقہ ہے مین ہٹن سے برائیاں پیدا ہوتی ہیں میرے خیال میں وہاں شیطان بھی گھبرا جاتا ہو گا کہ اتنی برائی اس کے تصور میں بھی نہیں آتی ۔ وہاں ایک خاتون ملی ہم سے تو میں نے اسے تلقین کر دی کہ تم تحقیق کو چھوڑو نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے نہ یہاں انگریزی میں اسلام پر اتنا لٹریچر دستیاب ہے اور نہ تم سمجھ سکو گی تم صرف اللہ اللہ کرنا شروع کر دو دل پر خیال کر کے اللہ اللہ کرتی رہو یہاں آنے سے پہلے مجھے اس کا خط ملا کہ بحمد اللہ میں مسلمان ہو چکی ہوں میں نے صدق دل سے اسلام کو قبول کر لیا ہے میں نے شہادت دی اور اور میرا دل بے قرار ہے یہ بات جاننے کو کہ میرا رب کس بات پر راضی ہوتا ہے آپ اس کا کوئی انتظام کریں مجھے کوئی بتائے کہ میرے رب کی رضا کس بات میں ہے مین ہٹن میں رہتی ہے میں نے اس کا خطبہ پڑھا تو میں لرز گیا کہ خدایا کتنی قوت ہے تیرے نام میں تو پھر میں نے وہاں ایک دوست ہیں یونیورسٹی میں جنوری میں انہیں چھٹیاں ہو رہی تھیں واپس آرہے تھے تو انہیں میں نے لکھا کہ آپ واپس نہ آئیں آپ چھٹیاں وہیں گزاریں اور ان کو کم از کم بنیادی ارکان اسلام جو ہیں وہ تعلیم کریں اس طرح متعدد واقعات میں اگر ایک اسلام سے ناواقف اللہ اللہ شروع کرے تو اسے نور ایمان نصیب ہو جاتا ہے ہم جو مسلمان نسلاً بعد نسلاً ہیں اگر ہم اللہ کے مبارک نام کو اپنے دل میں لگائیں اس کی پاسبانی کریں اپنے طور پر اپنائیں میں یہ نہیں کہتا میرے مرید ہو جائیں میں یہ بھی نہیں کہتا مجھے آپ چھوڑیں مجھے چھوڑیں مجھے اپنے حال پر رہنے دیں اللہ جیسے میرا ہے ویسا آپ کا ہے میں یہ دعوت آپ کو ضرور دونگا کیونکہ یہ دعوت الی اللہ ہے تو میں یہ دعوت ضرور دونگا کہ آپ اپنے چوبیس گھنٹوں میں چوبیس منٹ نکال لیں جن میں آپ صرف اللہ کا نام لیں چوبیس نہیں نکالتے تو چوبیس گھنٹوں میں بارہ منٹ ہی نکال لیں ایک گھنٹے کے لئے آدھا منٹ اور اس میں دنیا وما فیہا سے یکسو ہو کر ایک جگہ بیٹھ کر آپ نماز پڑھیں نہ پڑھیں یہ آپ کا آپ کے رب کا معاملہ ہے اپ روزہ رکھتے ہیں نہیں رکھتے ہیں یہ آپ کا آپ کے رب کا معاملہ ہے آپ نیکی کرتے نہیں کرتے یہ میرا درد سر نہیں ہے آپ بھی مسلمان ہیں میں بھی مسلمان ہوں آپ کا اتنا ہی تعلق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا میرا ہے تو میں آپ کے لئے پریشان کیوں ہوتا رہوں آپ کو اپنا

جواب دیتا ہے مجھے اپنا دیتا ہے میں یہ مشورہ ضرور عرض کرونگا کہ آپ دس منٹ بارہ منٹ ایسے ضرور مختص کریں روزانہ جن میں ساری باتیوں کو بھول کر صرف اللہ اللہ کریں اور دل پر متوجہ ہو کر اللہ کا نام لیں پھر دیکھیں اللہ کیسے ذرائع پیدا فرماتا ہے یھدی الیہ من الیعنیب جس میں انابت آتی ہے اس کے لئے خود ذرائع ہدایت کے پیدا فرما دیتا ہے خود ایسی مجالس ایسی محافل ایسے لوگوں سے ملا دیتاہے جہاں اللہ کا نام اسے نصیب ہو جاتاہے اور اصلاح کی طرف سفر شروع ہو جاتا ہے اسی سے آگے قران حکیم نے ہی ایمان کی وضاحت کر دی میں صرف اس کا ترجمہ عرض کروں گا ۔

کہ جب ایمان کی لذت نصیب ہوتی ہے تو پھر وما کان لمومن ولامومنۃ کسی مومن مرد کسی مومن عورت کو یہ زیب ہی نہیں دیتا اذا قضی اللہ ورسولہ امرا جب انہیں اللہ اور اللہ کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں پھر اس کو اپنی پسند کو اس میں داخل کرنے کا اختیار نہیں رہتا لیکن یہ لمحہ تب آتا ہے جب دل ذکر الٰہی سے روشن ہو جائے اور اگر کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اختیار کی فقد ضل ضلالا لہ پھر وہ گمراہی میں پڑ کر بہت دور چلا گیا اللہ کریم ہمیں گمراہی سے پناہ عطا فرمائیں اور اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائیں

واخرو عونا ان الحمدللہ رب العلمین

ضرورت لیکچرارز

(۱) اردو (۲) تاریخ (۳) ریاضی (۴) اکنامکس (۵) شماریات

تعلیمی قابلیّت : متعلّقہ مضمون میں ایم اے

تنخواہ : گورنمنٹ سکیل کے مطابق

اپنے اسناد کی فوٹو کاپیاں مع دو عدد فوٹو پاسپورٹ سائز درخواست ہمراہ پرنسپل کے نام روانہ کریں ۔

پرنسپل :

صفارہ کالج ۔ کالج روڈ ۔ اویسیہ سوسائٹی ٹاؤن شپ لاہور

فون : ۵۴۷۷۰

منشور الاخوان

۱۔ اِس تنظیم کی بنیاد وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (نیکی کے کاموں میں تعاون پر ہوگی) اس میں اُن تمام اہلِ ایمان کو شامل ہونے کی عام دعوت ہے جو شریعت کا عملی نفاذ چاہتے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے احباب کے لیے اِس میں شمولیت لازمی ہوگی۔

۲۔ یہ تنظیم دیگر سیاسی و سماجی تنظیموں سے مشورہ و تعاون حاصل کرے گی۔ اِس کے تمام ارکان نظامِ شریعت کو اپنے اوپر نافذ کرنے اور اپنے اہلِ خانہ اور اعزہ و اقربا کو شریعت پر عمل کروانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

۳۔ تنظیم مساجد کی آبادی اور بہتری کے لیے کام کرے گی اور معاشرے کا فعال اور مرکزی ادارہ بنانے کے لیے بھرپور کوشش کرے گی۔

۴۔ تمام ارکان اپنی پہنچ اور استعداد کے مطابق معاشرے کے اجتماعی مسائل میں بھرپور دلچسپی لیں گے اور کوشش کریں گے

کہ معاشرے سے بے انصافی اور ظلم وستم کا خاتمہ ہو سکے۔

۵۔ تنظیم کے ارکان اپنے تمام معاشرتی، قانونی اور معاشی مسائل میں رہنمائی اور فیصلے کے لیے تنظیم سے رجوع کریں گے۔

۶۔ تمام مالی معاملات میں شرع کی مکمل پابندی کی جائے گی۔

۷۔ وراثت کو شرعی اصولوں کے مطابق نہ کہ رواجی قانون کے تحت تقسیم کیا جائے گا۔

۸۔ سودی نظام سے مکمل پرہیز کیا جائے گا۔ سود نہ لیا جائے گا نہ دیا جائے گا۔

۹ ہر ضلع میں ایک مفتی کا تقرر کیا جائے گا جو تمام معاملات کے بارے میں شرعی فیصلے کرے گا اگر ہر ضلع میں مفتی میسر نہ ہو سکے تو دو یا تین اضلاع کو ملا کر ایک مفتی کا تقرر کیا جائے گا۔

۱۰ اگر تنظیم کے کسی فرد کے خلاف شرعی فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کوئی فرد عدالت میں جائے گا تو تنظیم اصل حقائق اور شرعی نقطہ نظر سے عدالت کو مطلع کرے گی۔

تنظیمی معاملات

۱۱۔ اس کی مرکزی ہیئت مجلس منتظمہ کے تحت کام کرے گی۔

۱۲۔ اس کا بنیادی یونٹ حلقۂ ذکر ہو گی۔ اس سے اوپر ضلعی نظام ہو گا۔ ضلعی امیر کے ساتھ ایک ناظم تنظیم کا سارا کام کرے گا اور اسے امیر کی سرپرستی حاصل ہو گی۔

۱۳ ناظم تنظیم کا ہمہ وقتی کارکن ہو گا۔ اس کا مشاہرہ اس کی صلاحیت اور تعلیمی استعداد کے مطابق طے کیا جائے گا

۱۴۔ اس تنظیمی ڈھانچے کو چلانے کے لیے ایک الگ بیت المال کا اجراء کیا جائے گا تاکہ یہ مالی معاملات میں خود کفیل ہو اور کسی معاشی دشواری کی وجہ سے اس کے چلنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ زکوٰۃ، صدقات اور دیگر عطیات سے اس میں رقوم فراہم کی جائیں گی۔

۱۵۔ پاکستان سے باہر بھی جہاں کہیں سلسلہ کے احباب موجود ہیں اس کی شاخیں بنائی جائیں گی۔

۱۶۔ تنظیمی ڈھانچے کو باقاعدہ رجسٹرڈ ادارے کی شکل دی جائے گی۔

۱۷۔ تنظیم کے کارکنوں کی تربیت کے لیے سلسلہ کے مرکز دارالعرفان منارہ یا دوسرے موزوں مقامات پر تربیت گاہوں کا اہتمام کیا جائے گا تاکہ کام کرنے کے انداز میں ہم آہنگی اور یکسانیت آسکے اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔

لاہور
۲۰؍۵؍۱۹۹۱ء

بروز جمعۃ الوداع ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲؍۴؍۱۹۹۱ء حضرت مولانا محمد اکرم دامت برکاتہم نے ہم سب سے شریعت مطہرہ کی مکمل پابندی کا ایک بار پھر حلف لیا۔ اور اُسے عملی شکل دینے کے لیے ایک نظام بنانے کے لیے فرمایا۔ الحمد للہ کہ یہ نظام اب تنظیم "الاخوان" کی صورت میں تشکیل پا چکا ہے جس کا منشور لف ہے۔ اسے اچھی طرح پڑھیں سمجھیں اور اس پر فوری عمل کا آغاز کریں۔

اِس تنظیم سے حلقہ سے باہر ہر اس اہلِ ایمان کو متعارف کرایا جائے جو شریعت مطہرہ کے نفاذ کو دل و جان سے چاہتا ہو اور میدان عمل میں آکر اس کے اغراض و مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ ملت کے نوجوان طبقہ پر خصوصی توجہ دیں۔ رکنیت کے فارم بھی لف ہیں۔ ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھیں اور جو احباب اس تنظیم میں داخل ہوں ان کا کم از کم مہینہ میں ایک بار اجتماع رکھیں تاکہ ایک دوسرے سے تعارف اور مشورہ بھی ہو سکے اور مالی وسائل کو جمع کرنے کی صورت بھی بن سکے۔ اس اجتماع کی روداد اس کے فوراً بعد ایک رپورٹ کی صورت میں لکھ کر مجھے بھجوائی جائے۔ نیز ہمہ وقتی ضلعی ناظم تنظیم کا انتخاب کریں اور اس کے جملہ کوائف بمعہ مجوزہ ماہانہ مشاہرہ سے بھی مطلع فرماویں تاکہ اس کا فوری تقرر عمل میں لایا جا سکے۔ اس کے علاوہ اپنے ضلع میں ایک مقامی عالم دین جو ضلعی مفتی کے فرائض انجام دے سکیں، اُن کے کوائف بھی مہیا کریں۔ اگر وہ یہ کام رضاکارانہ کرنے کے لیے رضامند ہوں تو الحمد للہ ورنہ ان کا مشاہرہ بھی طے کر لیویں۔

اس خط کی موصولی کی اطلاع (اس کے موصول ہونے کے بعد دو ہفتوں کے اندر اندر) پہلے اجتماع تنظیم "الاخوان" کا انعقاد اور اس کی رپورٹ کی صورت میں ملنی چاہیے تاکہ اس کار خیر کو بطور ایک تحریک چلا کر وطن عزیز میں نفاذ شریعت کی راہ ہموار کی جا سکے۔

تنظیم کا پہلا مرکزی اجلاس دارالعرفان منارہ میں ۵ جولائی ۱۹۹۱ء بروز جمعۃ المبارک منعقد ہوگا جس میں تمام احباب حلقہ اور نئے اراکین تنظیم شرکت فرمادیں گے۔ اس وقت تک تمام اضلاع میں ہمہ وقتی ناظمین اور مفتی حضرات کا تقرر عمل میں آجانا چاہیے۔ یاد رہے ۴ جولائی ۱۹۹۱ء کو دارالعرفان میں سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہوں۔ آمین۔

والسلام
احقر العباد
[illegible]
ناظم اعلیٰ
فون ۸۴۴۳۳۰

فارم رُکنیت

الاخوان

نام ____________ ولدیت ____________

عمر ____________ پیشہ ____________

موجودہ پتہ ____________

____

مستقل پتہ ____________

____

فون نمبر دفتر ____________ گھر ____________

میں الاخوان کا رکن بننا چاہتا ہوں۔ میں اس کے منشور کی مکمل پابندی کروں گا۔ اس میں میرا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کا حصول ہے۔ میں خود اپنے پر اور اپنے اہل خانہ پر شریعت کا نفاذ کروں گا اور اپنے دوستوں اور اعزہ و اقربا کو اس کی ترغیب دوں گا کہ وہ شریعت پر عمل کریں نیز ہر قسم کے تنازعات میں الاخوان کے مقرر کردہ حکم کے فیصلوں پر بلا چون وچرا عمل کروں گا۔

دستخط

____

تاریخ ____________

لیفٹیننٹ کرنل سید عزیز الرحمن

مائل بہ کرم ہیں ......

کسی پیشوا علم، مقرر اور کمانڈر کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے زیرِ اثر کو ان کی صلاحیتوں اور حالات کے مطابق نظریہ علم۔ ارشادات اور فریضہ تفویض کرے ورنہ لبصورتِ دیگر وسعتوں والے تشنہ لب رہیں گے اور محدود ظرف مجذوب ہو جائیں گے یا منکر و باغی۔ فرامین قبل از وقت تصوّر کیے جائیں گے یا دقیانوسی۔ ہر دو صورتوں میں ذہنی ارتقاء مسدود رہ جائیگی۔ زیادہ سے زیادہ متعلقہ حلقہ خود فریبی میں مبتلا ہو جائے گا اور ابتلاء و آزمائش میں پریشان اور شکستہ ہمت نظر آئے گا۔

جب صلاحیت کی بات ہوتی ہے۔ تو یہ ایک ہمہ جہت اصطلاح ہے۔ یہ ذہنی، تصوراتی، جسمانی، مادی، روحانی، استعدادِ وظرف یعنی ہر شعبۂ اخذ پر محیط ہے۔ صلاحیّتِ اشخاص ہی سندِ اشخاص اور پرکھِ اشخاص کا قدرِ اساسی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مناصب چاہے دنیاوی ہوں یا روحانی جب بھی اِس قدرِ اساسی کو نظر انداز کیا گیا اور فیصلے صرف قانونِ وراثت کے تابع کئے گئے تو معیار شکست و ریخت کا ہدف بنا۔ الا ماشاء اللّٰہ۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی صداقت سے کوئی تاریخ، کوئی زمانہ، کوئی نظریہ اور مذہب انکار نہیں کر سکتا اور جب مناصب پر تعیناتی کی کسوٹی، قابلیت اور صلاحیّتِ افراد رہی تو معیار بلند سے بلند تر اور مقاصد عظیم سے عظیم تر ہاتھ آئے اور مقابلتاً کم وقت اور کم استعمال ذرائع سے سارے حاصل ممکن ہوتے۔

صلاحیت جو بالواسطہ استعدادِ ظرفِ فرد اور صلاحیتِ جذب فرد سے متعلق تھے۔ ایسی صلاحیّت کو کسی پر لادا نہیں جا سکتا مگر ظرفِ طالب کے مطابق۔ ویسے تو صلاحیتیں کائنات کی ہر شے چاہے وہ ذی روح ہو یا بے جان' میں ودیعت ہیں جبکہ ہر ذی روح اپنی مادی اور بہیمی صلاحیتوں کا مظہر ہوتا ہے انسان ایک مخلوق ہے جو بمقابلہ دوسروں کی صلاحیت کے ایک ایسے انمول گوہر سے مزیّن ہے جو اس کا جوہرِ تمیز ہے اور وہ یہ ہے کہ روحانی صلاحیت اور اس کا سہرۂ افتخار یہ ہے کہ یہ جوہر بحیثیتِ انسان اس کا موروثی اور حدودِ کون و مکان سے آزاد ہے۔ لہٰذا اس کے مقاصد ماورائے کون و مکان، ذرائع و حواس ہو سکتے۔ پس عمل ارتقاء غیر مسلوب ہے اور مطمعٔ ادراک حد درجہ وسیع۔ اگر اس جوہر غیر مرئی سے مخلوق میں کوئی اور شناسا ہے تو وہ ذات نورانی مخلوق ملائکہ کی ہے۔ تاہم ملائکہ شکارِ جمود ہیں۔ اور ارتقاء کی لذّت سے ناآشنا۔ جبکہ انسان فعال اور ارادے سے لیس ہے۔ پس ملائکہ سے بہتر اور تب مسجود ملائکہ ہے۔

رہی بے جان چیزیں تو ان کی صلاحیتیں مادی ہیں۔ وہ اپنی صلاحیتوں کا ادراک رکھتے ہیں یا نہیں۔ واللّٰہ اعلم۔ البتہ انسان ان کی صلاحیتوں سے واقف ہے کہ یہ عالِمِ علم الاسمائ ہے اور پس مخدوم ہے مخلوقاتِ کل کا۔ تاہم مخدوم ہونے سے انسان کی مجبوری عیاں ہو گئی اور وہ ہے اس کا حسِ احتیاج۔ یہ اپنے نواح، ذرائع اور دیگر مخلوقات کی غیر موجودگی کی صورت میں نامکمل ہے اور نامکمل تو کیا اس کا وجود تک ناممکن ہے۔ پس اس کا مخلوقاتِ کائنات میں ہم آہنگ رہنا اس کے ہست کے لیے از حد لازم ہے اور بھرپور زندگی گذار کر ہی اپنے کو کسی دنیاوی یا روحانی اعلیٰ ترین

منصب کے اہل ثابت کر سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ کہ یہ سُنّتِ انبیاء و رُسل ہے۔ پس ثابت ہوا کہ گو یہ آزاد ہے، صاحبِ ارادہ ہے۔ پر یہ ہر دو ودلیتیں اس کے ہاتھ میں دو دُھاری تلواریں ہیں کہ اگر کردار میں بے ہنگمی ہوئی تو منتج بہ ہلاکت خویش ہو گا۔ اور جملہ کہ مخدوم کے لیے ہیں محو تماشا انجامِ مخدوم فردا کے لیے امانت مستعار رکھ لیں گے اور مخدوم ہدفِ ملامت۔ کہ چندا توقیر کا اہل نہ رہا۔

انسان کا کائنات میں ہم آہنگ رہنا اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اس کی بے ہنگمی سے کراہیت فطری ہے اور ہر بے ہنگم خیال، عمل۔ ہیئت۔ حالت شکل۔ فرقہ و قوم جو انسانی توانائیوں کو مثبت محل و محور سے بے محل کرتا ہو۔ اس کا ضد بنتا ہے۔ تو یا یہ ان کی اصلاح میں کامیاب ہو جاتا ہے اور یا ان کو مسدود کر کے کائناتی نظم کو ان کے اثر اندازی سے محفوظ کرتا ہے اس ہم آہنگی کی برقراری کی خاطر یہ مبلغ بنتا ہے صوفی بنتا ہے اور مردِ میدان سپاہی جرنیل بنتا ہے۔ لہذا یہ نرمی برتتا ہے یا درشتی کوئی صورت اس کی ذاتی منفعت کے لیے نہیں ہوتی بلکہ تیئن جانثاری کا ثبوت دینا پڑتا ہے اور یہ سب کچھ حالتِ اصلاح کو مستحکم کرنے کے لیے ہوتا ہے کہ نظمِ کائنات برہم نہ ہو اور خلیفہ کما حقہٗ اپنے فرائضِ منصبی سے سبکدوش ہو اور جب سب اس کے لیے ہے تو یہ سب کے لیے بحیثیت مشفق و محسن ہو۔

اس ڈگر پر انسان کیسے پہنچا۔ یہ اثاثہ اس کو کیسے ملا۔ تو ہم اپنے مضمون کے ابتدائی فقرے کو لوٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان جو مخلوق ہے اور مادی اور روحانی اثرات کے تابع ہے اور باقی سب کی طرح ہر ضرورت کی حاجت رکھتا ہے۔ تو منطقی طور پر اس وصف کا بھی حاجتمند تھا اور کسی کی طرف تو اس نے لوٹنا تھا اور چونکہ یہ وصف اس کی مستقل فطرت بنتی تھی تو جانا کسی ایسے کے پاس تھا جو اس وصف کو اس کے خمیرِ خلقت میں ودلیعت کر دے۔ پر یہ جاتا کیسے۔ یہ تو اپنی استعداد اور ظرف سے ہی لاعلم تھا۔ اس کو کسی چیز کا ادراک نہیں تھا اور اس حد تک جاہل تھا کہ اس وصف کے مانگنے کی بھی اس کو نہ آرزو تھی اور نہ سلیقہ۔ پس اگر لوٹ کے دیکھیں تو اس پر احسانِ عظیم یہ ہے کہ اس سب کے لیے یہ تیار کیا گیا اور بن مانگے اس کو یہ اثاثہ، یہ وصف ملا بلکہ اس پر لادا گیا۔ اس کی ظرف کو وسعتیں دیں کہ یہ سمجھ سکے اور اپنے مقام کو بھانپ لے۔ اس کے باوجود اگر یہ اس کے برعکس کرنے اور بننے پر مصر ہو۔ تو ظالم نہ کہلائے تو کیا ہو۔ پس ثابت ہوا کہ تخلیقی ودلیعتوں کے لیے خالق کا مرہون ہونا منطقی نتیجہ ہے۔

یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اُس محسن اعلیٰ نے اِسے تو صرف اس لیے نہیں نوازا تھا کہ یہ مخلوقات سے ہم آہنگی میں رہے بلکہ اس کو کامیاب دیکھنا بھی مقصود تھا اور اس کا خالق وہ تھا۔ وہ اس کی کمزوریوں اور توانائیوں سے باخبر تھا کہ ودلیعت اسی نے کی تھیں۔ وہ اس کی محدود توانائیوں سے واقف تھا۔ اس کے مادہ حرص۔ رشک، عجلت بے تابی۔ حُب۔ کم ہمتی سے آگاہ تھا۔ اس کے محدود زمان و مکان ذرائع اور بے کراں حسرتوں کے سمندر پر علیم تھا اور یہ بھی کہ زندگی کی ان گنت راہوں پر روش میں یہ بھول کا شکار ہو سکتا ہے اور حاصلِ مقصودِ حیات اس کے لیے محال اور ناممکن بھی ہو سکتا ہے ان سب کمزوریوں کے مجسم کو اپنانا جو ایک مستقل بوجھ ہو صرف ایک کریم و قادر ہی کر سکتا ہے کہ جس کے منشاء کا ضد ہو نہیں سکتا۔ پس اس مائل بہ کرم ذات نے انسان کو باوجود لاتعداد خامیوں کے مخلوقات میں سے منتخب کیا اور اس پر بذاتِ ہی رؤف ٹھہرا۔

اس سب کے تقابل میں انسان سے کیا چاہا! صرف ایک اقرار کہ میرا ملجا تو ہی ہے اس کو پھر سلیقہ سکھایا کہ بول میری عبادت کا تو سزاوار ہے اور میری استعانت تجھ بن کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اپنے کو پانے کے لیے مجھے سیدھی راہ پر ڈال۔ سیدھی راہ یعنی چھوٹے سے چھوٹا راستہ جس میں وقت کم صرف ہو قلیل استعداد توانائی درکار

ہو۔ اس میں اچھل پن اور رکاوٹیں نہ ہوں۔ جو نگاہ اُٹھے تو تیری طرف۔ اور چونکہ انسان کشش ہالۂ اثبات و نفی کے یکساں زد میں ہے کہ ہر دو کے درمیان ہے اور آناً فاناً چھوٹے سے چھوٹے راستے سے ہالۂ نفی میں اپنے وقر سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ تو اگرچہ خالق یکتا و علیم کیفیات اثبات و نفی سے باخبر ہے پر انسان کو یہ احساس دلانے کے لیے کہ عروج تنزل میں کوئی بھی تیرا مقدر بن سکتا ہے۔ اس سے بہتر کی چاہت کا اقرار اور کم تر سے کراہیت اور پہلو تہی کا خواہش کروایا۔ جو بہ الفاظ دیگر اصرار ہے سیدھی راہ پر۔ تو سکھلایا گیا۔ کہ بول اُس سیدھی راہ چلا، جس راہ پر چلنے والے نوازے گئے اور نہ اس چلنے والوں کی راہ پر جو تیرے غضب کی زد میں آکر راندۂ حق ہوئے۔

سیدھی راہ کی تلقین انسان کی لاتعداد خامیوں کی طرف اشارہ ہے کہ یہ عجلت منش ہے۔ جلد پہنچ کا کرتا ہے۔ اس کا وقت پابندِ قدر ہے۔ اس کی چاہت بے تابانہ ہے۔ اس کی توجہ قابلِ تقسیم ہے۔ اس کی رفتار آبزون کاست ہے۔ اس کی اقدار تغیر پذیر ہیں۔ اس کا حال ماضی کی اتھاہ گہرائیوں کے عین پھسلن پر اور غیر یقینی مستقبل کے ریلے کی زد میں۔ ایسے میں تو جو ملے پس جلدی ملے۔ سیر حاصل ملے۔ باعث اطمینانِ قلبی ملے اور وہ صراطِ مستقیم سے ممکن ہے کہ سائنسی و منطقی اعتبار سے کم سے کم وقت توانائی اور توجہ کا مصرف اس پر ہوتا ہے اور اگر اس کا دوسرا رُخ دیکھا جائے تو یہ نقطہ واہوتا گیا کہ خالق یکتا و معبودِ عبد اس ناچیز کو اپنی ذات میں تحلیل کیلئے کتنا بیتاب ہے کہ عالمِ اسباب میں کسی دوسرے ردِ عمل کے وقوع پذیری سے پہلے ہی یہ بے بس اپنے الٰہ سے اپنے ملجاء سے ملحق ہو جائے۔ واہ یہ کرم اور یہ چاہت سبحان اللہ۔ عالمِ اسباب میں رہ کر ہی انسان مکلف ہوتا ہے اور عالمِ اسباب مانند ایک پہیہ و چرخی کے ہے جو رفتار کے اعتبار سے تیز تر ہو رہا ہے اور مانگ کے اعتبار سے افزوں تر طلب ہے اور اس تقابل میں منطقی طور پر وقت کم تر اور ذرائع قلیل تر ہونے چاہئیں، پر ایسا نہیں ہے کہ اللہ بزرگ و برتر کا وصف رحمانیت قیدِ قدر و حد سے بالاتر ہے۔ پس ہم نے دیکھا کہ تعدادِ نفوس چنداں بڑھی۔ ضروریات بے حساب ہوئیں۔ طلب کا بوجھ رسد کو مفلوج کرتا نظر آنے لگا پر اندازے غلط ثابت ہونے لگے۔ خدائے رحمان نے ذرائع میں گنجائش بڑھا دی۔ کم بیج اور کم زمین نے زیادہ اُگانے کا ذمہ لیا۔ محدود وقت سے خاطر خواہ استفادے کے لیے رفتار کو مہمیز ملا۔ ذرائع نقل و حرکت متعدد یہ ہوئے۔ ایک طلب کی تشفی مختلف ذرائع سے ممکن ہوئی۔ لکڑی کو کوئلے سے سہارا ملا۔ دونوں کو تیل سے مدد ملی۔ اور تینوں کا بوجھ بجلی نے بانٹ لیا اور اسی طرح چاروں کو گیس آڑے آیا۔ اور قریب ہے کہ پانچوں کا مداوا جوہری توانائی سے ہو جائے۔

اسی طرح موسموں کو بھی روش بدلنی پڑی اور ان کا دامن ہمہ وقت کسی نہ کسی پیداوار سے بھرا نظر آنے لگا۔ پوشاکیں دیرپا میسر آنے لگیں اور مکان مستحکم۔ ہر طلب کی مات میں رسد آگے آگے رہا مگر اس فراوانی کے باوجود انسان بے اعتمادی کا شکار ہے یا تو یہ مُسرف بنا۔ یا ذخیرہ اندوز یا مجرم ملاوٹ یا ربوبیت پر اس کا ایمان متنزل رہا اور بجائے اس کے کہ خالق اس کی نازیبا حرکات سے مایوس ہوتا اور اس کا تولید بند کرتا، یہ خود ضعیف العقیدہ ہو کر رزق کے بوجھ کے ڈر سے ضبطِ تولید کے منصوبوں میں جا پھنسا۔ اس کو نوزائیدگی جنس سے اطمینان ہونا چاہیے تھا کہ خالق اس کی جنس سے مایوس نہیں تب اس کو آئے دن پیدا کر رہا ہے اگر مایوس ہوتا تو نئے تو پیدا کرنا در کنار اس کے باقیات کو منہدم کر دیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے اس کا اعتماد مضبوط تر ہونا چاہیے تھا جبکہ اس نے برعکس نمونہ دیا اور اپنے آپ کے لیے خود ظالم ٹھہرا۔ اور کم ہی ایسے رہے جو اپنے خالق کے شکر گزار رہے

جس میدانِ احتیاج پر نظر ڈالیں، رحمانیت ٹھاٹھیں مارتی نظر آئے گی۔ یہ تو رہی مادی ضروریات پر ایک نظر۔

لیکن انسان کی فلاح تو مادی حاصل سے ماخوذ نہیں۔

اگرچہ مادیات عالم اسباب میں روحانیت کا مرکب ہے اور اس لحاظ سے اہم ہیں۔ پر حقیقت میں مقصدِ حیات فلاح رُوح ہے کہ یہ مثل سوار ہے۔ اور کامیابی کا سہرا اسوار کا ہوتا ہے نہ کہ مرکب کا۔ تو ما قبل ہم نے دیکھا کہ انسان زندگی کے جھمیلوں میں پھنس گیا۔ اور افزوں ضروریات کے نرغے میں آیا۔ وقت کے فقدان اور چاہ کی بھرمار نے اس کو جالیا تو رب العزت نے اس کی مادی مشکلات آسان کیں جیسے چند مثالوں سے تشریح کی جسارت کی گئی ہے۔ البتہ اس بحث میں روحانی ضروریات محو نظر رہیں۔

زندگی کے جھمیلے بڑھے۔ ضروریات ماضی کے اعتبار سے چنداں ہوئیں۔ توجہ انسانی جو منقسم چلی آ رہی تھی منقسم تر ہو گئی۔ انسان کی زندگی کا انمول سرمایہ وقت جس سے سارے حاصل ماخوذ ہیں کہ ہیجان خیزیٔ دوراں نے قلابے میں لیا اور انسان اتنا جکڑ کے رہ گیا کہ بے حد بے آرام ہوا اور اس کی حالت نگاہ ذاتِ قدیم و رحیم میں قابلِ رحم ٹھہری اور اسی کی توقع تھی کہ اس نے اپنی ذات پر فرض عین ٹھہرایا کہ رحم کیے جائیں۔

ایسے میں اہتمام فرمایا کم محنت کا صلہ زیادہ ملا کرے گا۔ اور اتنا زیادہ کہ خیال و تصور کی حدود سے باہر۔ روحانی ارتقا کو سہل تر بنایا اور اسی نعمت کو عام کرنے کے لیے شخصیات کو مامور فرمایا جو علم و تعلم، تبلیغ و تزکیہ ایسی حکمت کے ساتھ کریں کہ جہاں لطائفِ روحانی عمریں و سال گزارنے کے مقابلے میں مہینوں، ہفتوں بلکہ دنوں میں منور ہوں اور مراقبات مزین ہوں اور اس پر حد یہ کہ مطلوب طالب کی ڈھونڈ میں با اوقات کوشاں اور خزانوں کو پوشیدہ رکھنے کے برعکس خزانوں کو لٹانے میں مصروف نظر آتے ہیں اور مرید نہیں مُراد انکی ڈھونڈ میں ہوتے ہیں کہ یہ شیوہ شیوۂ اویسی ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مجبوراً انسانیت محروم رہ جاتی جو رحمانیت کے برعکس ہوتا۔ پس ایسے اسباب کی فراہمی ایک شیوہ ہے جو سزاوار ہے رؤف بالعباد کو جس کو ہم نے ہر آن مائل بہ کرم پایا۔

دُعائے مغفرت

میجر محمد سلطان ڈوگر (لاہور) کے صاحبزادے کیپٹن ناصر ڈوگر جو کہ لندن میں زیر علاج تھے۔ وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دُعا کی درخواست ہے۔

دُعائے مغفرت

صوبیدار عبدالغفور صاحب (دارالعرفان) کی والدہ یکم مئی کو وفات پا گئی ہیں۔ تمام ساتھیوں سے مرحومہ کے لیے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

سلسلہ کے ایک ساتھی کے لیے ۲۰ سے ۳۵ سال کی عمر کا رشتہ درکار ہے۔ مطلقہ یا بیوہ (اگر بچے نہ ہوں) بھی رجوع کریں۔

معرفت ماہنامہ المرشد

نوٹس داخلہ فرسٹ و سیکنڈ ایئر

صفارہ کالج لاہور (حکومت سے منظور شدہ)

(انگلش میڈیم)

نمایاں خصوصیات

- اعلیٰ تربیت، اعلیٰ کردار اور روشن مستقبل
- دینی و دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج
- اعلیٰ تعلیم کے ساتھ قیادت کی صلاحیت
- مروجہ تعلیم کی دورنگی سے ہٹ کر ایک نیا راستہ
- عربی اور انگریزی پر یکساں عبور
- تحریر و تقریر میں مہارت
- اقبال کے شاہینوں کا مسکن
- ہوسٹل کی سہولت
- بیرون ملک مقیم والدین کیلئے اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہترین ادارہ
- سی ایس ایس پی سی ایس آرمی آفیسرز ایم بی اے اور صحافت کے شعبوں میں کیریئر کے متلاشی طلباء کیلئے عملی رہنمائی

نتائج کے اعلان کے بعد دس دن کے اندر اندر فارم داخلہ وصول کئے جائیں گے۔

پراسپکٹس اور فارم داخلہ بذریعہ ۱۰۰ روپے پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر حاصل کریں

پرنسپل: صفارہ کالج اولیسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور نمبر ۵۴۷۷۰ فون: ۸۴۴۹۰۹۱

محمد ضیاء الحق شیخ بی۔اے، بی ایڈ
راولپنڈی

انسان اور انسانیت

یوں تو ہم ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں مگر انسان اور انسان میں بڑا فرق ہے کیونکہ بعض انسان اپنے ذہنوں میں عاد و ثمود جیسا تصور رکھتے ہیں۔ جن کی بستیاں اپنی سرسبزی و شادابی کے لحاظ سے ضرب المثل تھیں۔ قرآن مجید ان بستیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا جو یہاں موجود ہیں یعنی باغوں، چشموں اور کھیتوں میں جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہیں"۔ (سورہ شعراء)

ارباب تاریخ و جغرافیہ لکھتے ہیں کہ عاد و ثمود کی تباہی کے بعد یہاں یہود آباد ہوئے۔ انہوں نے دوبارہ یہاں کی زراعت اور آب رسانی کو ترقی دی۔ یہود اپنا ایک تمدن رکھتے تھے جس کا عرب بھی اعتراف کرتے تھے۔ ابن عباس کے حوالے سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "یہ انصار کے قبائل اہل کتاب کے قبائل کے ساتھ آباد تھے۔ انصار ان کو علم و فضل میں اپنے سے افضل سمجھتے تھے اور اکثر معاملات زندگی میں ان کی اقتدا کرتے تھے" (ابو داؤد)

انسان! آدم کی اولاد مشرک بھی اور اہل کتاب بھی مگر سودی کاروبار میں پیش پیش جبکہ اہل طائف اس کاروبار میں زیادہ مشہور تھے۔ قرآن کی تصریح ہے کہ ان کو جہاں اور بہت سی باتوں پر ملامت کی گئی تھی اور ان کو ان برائیوں سے روکا گیا تھا ان میں ایک سود بھی تھا مگر وہ باز نہ آئے حالانکہ ان کی مذہبی کتابیں تھیں اور وہ ان کی تلاوت بھی کرتے تھے۔ یہاں تک اہل عرب یہود کے بارے میں کہتے تھے۔ "تم لوگوں کے پاس علم ہے جس سے ہم بے بہرہ ہیں" بلکہ تاریخ الیہود کا مصنف لکھتا ہے کہ "یثرب کے یہود عربی تحریر میں عربوں کے استاد تھے"۔

تمام انبیائے کرام کی تعلیم میں انسان اولادِ آدم کے لیے یہ بات مشترک رہی ہے کہ عزت و شرافت اور آخرت کی سعادت کا دارومدار اور خدا کے نزدیک مقبولیت کا معیار ایمان و عمل ہے نہ کہ نسل و ذات۔ مگر یہود کی ایک بنیادی غلطی اور گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے شرافت و نجات کا مفہوم ہی سرے سے بدل دیا اور اس کا مدار ایمان و عمل کے بجائے نسل و ذات پر رکھا۔ ان کے نزدیک یہودی گھرانے میں پیدا ہونا ہی دنیا کا سب سے بڑا شرف اور نجات آخرت کے لیے کافی تھا۔ کہتے تھے کہ "ہم اللہ کے لڑکے اور اس کے محبوب ہیں" (سورۂ مائدہ) اور سمجھتے تھے کہ "ہم دوزخ میں چند دن کے لیے ڈالے جائیں گے" (سورۃ البقرہ)

انسان اولادِ آدم اپنی سرکشی میں بہت دور نکل گیا تو خالق ارض و سما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے لیے (اے یہود) آخرت کی فلاح

مخصوص ہے۔ تو پھر موت کی تمنا کر کے دکھلاؤ، اگر تم سچے ہو۔"
(سورۃ البقرہ)

دوسری جگہ قرآن نے اُن کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "آپ فرما دیجئے کہ اے یہود! اگر تم کو زعم ہے کہ تم اللہ کے محبوب ہو۔ تو موت کی تمنا کرو۔ اگر تم سچے ہو۔" (سورۃ جمعہ) اسی غلط تصور کا کا نتیجہ تھا کہ ان کے نزدیک کسی بد عقیدگی، بد معاملگی اور بد اخلاقی کی کوئی اہمیت باقی نہ رہ گئی تھی۔ یہودیت کی سند مل جانے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ ان کی کوئی بُرائی بُرائی نہیں رہ جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں وہ تمام بُرائیاں گھس آئیں جن کا کم از کم ایک صاحب شریعت قوم میں تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ عقائد میں سب سے اہم اور اساسی چیز عقیدۂ توحید ہے۔ اسی کا اقرار سارے دین کی عمارت ہوتا ہے۔ اگر اس میں کہیں سے کوئی نقص یا کمی آجاتی ہے تو پھر دین کمزور اس کی دوسری اقدار بالکل بے رُخ ہو کر رہ جاتی ہے کہ تمام انبیاء کی بنیادی تعلیم یہی رہی کہ "میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو تم میری ہی عبادت کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو!" (سورۃ طٰہٰ)

انسان! اولادِ آدم نے یہود کی شکل میں ہمیشہ عقیدہ توحید میں رخنہ اندازی کی اور اس چشمۂ صافی کو کفر و شرک اور فسق و فجور سے گدلا کرنے کی برابر کوشش کی۔ ان کے اس قول و فعل کے ارتکاب میں قرآن نے واضح طور پر اُن پر کفر و شرک کا الزام عائد کیا ہے کہ "اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی۔" (سورۃ النساء)

حقیقت یہ ہے کہ وہ بُری طرح شرک میں مبتلا تھے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔ اور یہود نے کہا کہ "عزیز خدا کے بیٹے ہیں۔" انہوں نے اپنے علماء، احبار کو وہ مرتبہ اور درجہ دے دیا تھا جو صرف اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے۔" انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔" (سورۃ توبہ)

اللہ کی ربوبیت جوش میں آتی ہے۔ اولادِ آدم سے ایک انسان کو اپنا محبوب منتخب کرتے ہوئے اُسے حکم دیتا ہے کہ "اے چادر لپیٹنے والے کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا۔" (سورۃ مزمل) محبوب اپنے محب کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ اے اولادِ آدم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لیے اور کوئی معبود نہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا۔ یہ اُمید کرتے ہوئے کہ تمہیں پرہیزگاری ملے" (سورۃ البقرہ)

پیدائش آدم سے اللہ کے تمام پیغمبر اپنے اپنے دور میں اپنی قوم کو اللہ کی عبادت اور اس کے تقویٰ کی طرف ہی بلاتے رہے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام نے خود بھی بارگاہ ایزدی میں اپنی بخشش اور گناہوں کی معافی کے لیے دُعا کی۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے: "پھر سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمات۔ تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔" (سورۃ البقرہ)

غرض اللہ کی عبادت اور بندگی ہی وہ معیار ہے جو انسان اور انسان میں فرق پیدا کرتا ہے۔ بحیثیت اولادِ آدم کے ایک کافر یا مومن۔ سرکش یا اطاعت گزار سبھی خدا کے پیدا کردہ انسان ہیں لیکن بحیثیت انسان کافر اور مومن، سرکش اور اطاعت گزار میں زمین و آسمان کا فرق نمایاں ہے۔

یاد رکھیے! عبادت کا مطالبہ صرف تسبیح و سجود تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ حقیقی مطالبہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ بھی خدا کی اطاعت اور بندگی سے باہر نہ ہو اور انسان خدا کی مرضی کے مطابق کام کرے۔ انفرادیت، شخصیت، سیاست معیشت، اور معاشرت ہر مقام پر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری کی جائے کیونکہ اسی میں اطاعتِ خداوندی پنہاں ہے۔ انفرادی اور اجتماعی

رشید شاہد

تبصرہ

غبارِ راہ

فروغِ وادیٔ سینا

غبارِ راہ ہمارے موجودہ عہد کی نفسیاتی پیچیدگی میں فروغِ وادیِ سینا کی علامت ہے اور شاید "علامہ اقبال" کے ملی احساس کی تاثیر بھی کہ اِس کتاب میں تشکر، آرزو- اور خدا ساز اظہار کی صحبتیں جابجا سجی ہوئی ہیں- کتاب کے مصنف مولانا اکرم اعوان غیر رسمی زبان کو رسمی بنانے اور صحت مند جذبوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر قادر ہیں-

کتاب کا دیباچہ پڑھتے ہوئے ہم ایک صوفی، زاہد، مُلا — اور رسائی فکر والے سیاح سے ملاقات کرتے ہیں- یعنی یہ سیاح ہمارے عہد کا ابنِ خلدون ہے کہ وہ قدر و قیمت کے ساتھ ساتھ اپنی تاریخ اور منطقی تناظرات کو اپنے ہمراہ لے کر چلتا ہے-

اُردو دان طبقہ بیسویں صدی میں شاہ نامہ- سکندر نامہ- اور غبارِ خاطر کی منطقی ذہنیت سے گذر چکا ہے- مگر ہمارے اپنے عہد کا یہ سوال بڑا گمبھیر ہے کہ غبارِ خاطر اور غبارِ راہ کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ ادب یا غیر ادب کا نہیں عکسِ زندگی اور شخصی مزاج کا ہے- چنانچہ غبارِ راہ اپنے فکری آئینے میں نصب العین کی روشنی اور حقیقت نگاری کا عکس رکھتا ہے- جس میں فوق الذات کا تصوّر موجود نہیں ہے- اور نہ ہی غبارِ خاطر کی طرح ماورائے ذات اور زندگی کی تجید بلکہ صُوفیانہ سعی کا اظہار ہے-

مولانا اکرم اعوان ہمارے عہد کے مجاہد ہیں — اور تلوار کے دھنی ہیں کہ اُن کے لہجے میں تلوار کی کاٹ منطق کی للکار ہے۔ مگر میلانات اور نظریات کے معاملے میں اُن کی ساری رسائی صراطِ مستقیم کی طرف ہے- انہوں نے پاکستان سے باہر جا کر بندگانِ خدا کو دیکھا ہے- اِس طرح ہمارے سامنے فلم کی طرح اِنسانی مخلوق اپنے تن- جسم اور سامانِ زندگی سمیت نگاہوں کے دائرہ میں گھُومتی رہتی ہے-

خود مولانا اکرم اعوان کو جسمانی آرام اور اسباب فراغت مہیا ہیں- لہٰذا انہوں نے زندگی کے مقصد کی خاطر پوری دُنیا کو اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا — اور مقصد کی بھرپور تکمیل کے بعد ہمارے سامنے زندگی کا روزنامچہ رکھ دیا ہے تاکہ ہم بذاتِ خود یہ دیکھ سکیں کہ پاکستان سے باہر انسانی زندگی اور اس کے مقاصد کیا ہیں- زندگی کی رفتار کیسی ہے- ارتقائے حیات اور مغرب میں لامحدود تصورات کا انجام کیا ہے- ہماری اپنی زندگی میں نت نئے مقاصد کی تکمیل بہت بڑا مسئلہ رہی ہے- اِس لیے ترقی کی رفتار ہمارے ہاں "مطالبۂ آزادی" کے ساتھ منسلک ہے- لہٰذا مذہب، دین، روٹی — اور ارتقا سب کے سب آزادی کی نعمت مانگتے تھے- لیکن جب آزادی کی نعمت ملی تو ہم نے انسان کو تجارت بنا دیا- زندگی کو کاروبار اور آگہی کو اشتہار- لہٰذا اس تناظر میں غبارِ راہ ہمارے سامنے متنوع زندگی کی تصاویر لاتا ہے اور مقصدیت کے اعتبار سے لامتناہی شعور کا اثبات کہ غبارِ راہ کا مصنف روزنامچہ لکھتے وقت تخلیقی مثبت سے کام لیتا ہے — اور ہر واقعہ — اطلاع اور خبر کو نامہ نگاری تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انہیں مقصدیت کی اقلیدس میں ختم کر دیتا ہے- اور اس طرح زندگی کا مقصد

پوری صحت کے ساتھ ہم تک پہنچ جاتا ہے اور ایک عجیب سی کیفیت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ کہ واقعہ کے وجود میں مصنف کا ذہن موجود ہے۔ لہٰذا ممکن صورت میں واقعہ تخیل کا حال اور مستقبل کی رہنمائی کا عنصر چھپے ہوتے راز کی طرح سریت بھی رکھتا ہے۔ میرے نزدیک یہی ادب ہے اور ادب کے ذریعے رہنمائی کا عمل بھی!

غبارِ راہ سفرنامے سے زیادہ روزنامچہ ہے۔ جس میں مادی اور غیر مادی موثرات عملی اور فکری تناظر رکھتے ہیں۔ مگر بہر باب حرکت و سکنات کا ماحصل ہے۔ لہٰذا نقطۂ نظر کے اعتبار سے مولانا موصوف نے خارجی اسباب وحالات کا تجزیہ کیا ہے اور مقصد وغایت کی خاطر اپنے وجود کو شامل کر کے براہِ راست نتائج ہم تک پہنچائے ہیں۔ اتنے کہ اپنے کردار سے نفس پرستی، خود غرضی، حسد وکینہ کے ملاپ واضح ردعمل رکھتے ہیں اور خود مسلمانوں میں مکاری فریب اور رکیک میلانات کے اظہار میں بے ساختگی کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہمارے واعظوں کے بطون میں خانۂ شرع خراب ہے۔ اور اس کی گرتی ہوئی عمارت کی نشاندہی وہ بڑی خوبی سے کرتے ہیں۔ ؎

نہ در کژی نہ در آئینِ اسلام   نظیری ہیچ می دانی کجا ئی

لہٰذا ہمارے مسلمان اہلِ مشن یورپ وامریکہ میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کے بارے میں محترم مصنف نے اپنے روزنامچے میں خوبصورت موازنہ کیا ہے۔ اور ان کی اڑائی ہوئی گرد پر افسوس کرتے ہوئے کیلاشوں تک پہنچتے ہیں۔ کہ وہاں اسلام پھیل رہا ہے۔ مگر اقبال جس طرح دیر سے سمجھ آتا ہے اسی طرح غیر مسلموں تک اسلام بھی دیر سے پہنچ رہا ہے۔ بہر حال مسلمان مبلغوں میں شریف کم اور بساطی زیادہ ہیں۔ لہٰذا کھری تبلیغ اور سچا دین پیدا نہیں ہو رہا۔

جناب مولانا اکرم اعوان نے اپنے روزنامچے کو شائع کر اسلامی غایت اور مہلت نظر کا سوال پیدا کیا ہے۔ انہوں نے د اشاروں اور مطالبات کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ غبارِ راہ کو میں انہیں مادی اور غیر مادی حوائج کی جو روشنی ملی ہے وہی فرد وادیٔ سینا کی صورت ہے کہ اس سفر سے مصنف کے مقصد کی کسی نہ کسی حد تک تکمیل ہوئی ہے۔ اور کتاب کی اشاعت سے انہیں جو تشفی ہوئی ہے اس میں کتاب کا عام قاری شامل ہے۔ مگر مجھے یہ ضرور کہنے دیجئے کہ کتاب کے مصنف خود زندگی کی شریعت رکھتے ہیں جو شریعتِ محمدیہ سے الگ نہیں بلکہ انہوں نے ایک MANNER کے ذریعے زندگی کے روز وشب کو جس طرح متاثر کیا ہے۔ وہ خود زندگی کا خاصہ اور خاکِ مدینہ کی روشنی ہے جس کا ہم سب خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور ایک اس پیشکش پر انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

غبارِ راہ میں ادب کم مقصد زیادہ ہے کہ ادب مقصد کی اندرونی ترکیب میں موجود ہے اس طرح مصنف کی ذات، اس کی بھرپور شخصیت اور اس کے شعور سے ہم آشنا ہوتے ہیں کہ اس کی ذات مقصد کے ننگے وجود کو برداشت نہیں کرتی۔ اور غایت کی نمائش سے اسکی شخصیت پرہیز کرتی ہے۔ البتہ شعور فن اور ادب، تاریخ، سماج اور مذہب کا مطالعہ کرانے پر اصرار کرتا ہے۔ لہٰذا غبارِ راہ کتابی صورت میں بدویت سے لے کر انسانی ثقافت اور تہذیب وتاریخ کے اسرار کی کہانی ہے۔ جسے ایک صالح ذہن نے سوچا۔ اور بالغ نظر ذمہ داری کے ساتھ لکھا۔

مولانا اکرم اعوان ایک رچی ہوئی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنے روزنامچے میں غیر شعوری طور پر فن تخلیق کیا ہے۔ اور ایک "REALIST" کی حیثیت سے انہوں نے یورپ، امریکہ، مشرق وسطیٰ، پاکستان کے قبائل اور پوری دنیا کے سماجی نظام کا نقشہ روز بروز کے واقعات کے ذریعے کھینچا ہے۔ چنانچہ ہم آسانی سے یورپ کے یہودی سماج، مشرق وسطیٰ کی فرسودہ اقتصادیات اور پاکستان کی افسر شاہانہ بے نیازی سے واقف ہوتے ہیں۔ اس امر سے بھی کہ آخر کار

عبادت کو بجالانے میں جس قدر سعی ، ذوق وشوق ۔ عشق ومحبت اور جاں نثاری کا اظہار کسی شخص سے ہوگا۔ اسی قدر فضیلت کے ترازو میں اس کا وزن زیادہ نکلے گا۔ سعادت مند انسان ہدایت وتقویٰ کی طرف راغب ہو اور نافرمانی وبغاوت سے بچے ۔ اللہ کی تعلیم پر غور کیجیے! " یاایھاالناس اور یاایھا الذین اٰمنو" ہر دو مقام پر یہ خطاب مومن وکافر سب کے لیے ہے مگر انسانی شرافت اسی میں ہے کہ انسان تقویٰ حاصل کرے۔

عبادت وہ غایت تنظیم ہے جسے زندگی کے ہر پہلو پر صبر وشکر سے حاوی کرنے کی ضرورت ہے اور یہی ایمان ہے۔ جو بندہ اپنی عبدیت اور معبود کی الوہیت کے اعتقاد واعتراف کے ساتھ بجالائے تو وہ کفر سے پاک ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر پورا یقین اس کی رزاقی پر مکمل بھروسہ۔ اس کے عالم الغیب ہونے پر کامل یقین۔ اس کے رحیم وکریم ہونے پر اعلیٰ درجے کا توکل۔ اس کے مالکِ یوم الدین ہونے پر سچے دل سے پختہ یقین۔ اس کے احکام پر عمل کرنے کا انتہائی ذوق وشوق اور ان سے انحراف کرنے سے شدید خوف وہراس۔ اس کی حرام کردہ چیزوں سے کلی اجتناب اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی بے انتہا لپک۔ اس کی پسند کو دل سے اپنی پسند سمجھنا اور اس کی ناپسند کو اپنی روح کی گہرائیوں سے ناپسند کرنا۔ اس کی وفاداری کے مقابلے میں دوسری تمام وفاداریوں کو ہیچ سمجھنا اور اس کی اطاعت کو تمام اطاعتوں پر حاوی کردینا عبادت ہے۔ پس! عبادت کا فائدہ عابد کو ہی ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو عبادت یا اور کسی چیز سے نفع حاصل ہو۔

اللہ مالکِ ارض وسما کے حکم کے تحت کسی سے جُڑ جانا اور اسی کے حکم کے تحت کسی سے کٹ جانا اور عمل کے ہر گوشے سے اس بات کا اظہار ہونا کہ اس کے دل ودماغ کے کسی کونے میں غیر الٰہی محبت واطاعت کا کوئی بُت باقی نہیں رہا تو سمجھ لیجیے ایمان کی ٹھوس بنیاد استوار ہوچکی ہے۔ اس کے علاوہ جب اللہ کے ڈر اور خوف کا بھی اضافہ ہوجائے کہ انسان ہر دم اس کے احکام پر عمل کرنے کے لیے کمربستہ رہے۔ اس کے ہر فعل سے مکمل اطاعتِ خداوندی کا اظہار ہو۔ اِس میں خدا کے ہاں جوابدہی کا احساس ایک جیتا جاگتا جذبہ اور منہ بولتی حقیقت بن جائے۔ اس کی حس اتنی تیز ہو کہ وہ خدا کے حکم سے خفیف سے خفیف غیر شعوری انحراف کو بھی اپنے نفس کی تہ میں جانچ لے اور اسے وہیں قتل کردینے پر آمادہ رہے۔ علاوہ ازیں پوری ذمہ داری سے اپنی زندگی کا بار بار جائزہ لے اور ہر گھڑی محاسبہ کرے کہ اس کی کوئی حرکت نشائے الٰہی کے خلاف نہ ہو تو اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے۔ اسی تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے معیارِ فضیلت قرار دیا ہے اور اسی کیفیت کو سند قرار دیتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ " اللہ کی ناراضگی سے بچو ۔ جو خدا کے غضب سے ڈرتا ہے وہ پورا پورا کامیاب ہوا۔ پرہیز گاری مراتب کو بلند کرتی ہے"۔ پھر فرمایا "مبارک ہے وہ شخص جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ دل پاکیزہ ہو اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے"۔ کمزور، بے شعور آوارہ گرد۔ خیانت کرنے والے اور دھوکہ دینے والے کو دوزخ کی وعید سنائی۔ اس لیے کہ یہ صفات تقویٰ کی عین ضد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس کو آخرت کا خیال ہو اللہ اس کے سارے کام درست کردے گا اور جو دنیا کے غم میں پریشان ہوا اللہ اس کے سارے کام پراگندہ کردے گا۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے"۔

طارق محمود - ایبٹ آباد

رقص و سرود

قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کی رُو سے ناچنا، گانا اور موسیقی سب ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ (لقمان - ٦)

ترجمہ:- بعض لوگ ایسے ہیں جو ان باتوں کے خریدار ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس کی ہنسی اُڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ لہو الحدیث کی تشریح یوں فرماتے ہیں:- "لہو الحدیث" گانا اور اسی قسم کی چیزیں ہیں۔ (بیقی بحوالہ مذکور، تفسیر رُوح المعانی صفحہ ۶۷ جلد ۲۱ - ابن کثیر صفحہ ۴۴۲ جلد ۳) صاحب رُوح المعانی نے بیقی کے حوالہ سے ابو عثمان اللیثی کی روایت نقل کی ہے۔ گانا حیا کو کم کر دیتا ہے اور شہوت میں اضافہ کرتا ہے۔ مروت و اخلاق کو تباہ کر دیتا ہے۔ (رُوح المعانی صفحہ ۶۸ جلد ۲۱) سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (بنی اسرائیل ۶۴) ان میں سے جس پر تو قابو پائے اسے اپنی آواز کے ذریعے راہِ راست سے ہٹا دے۔ حضرت مجاہد بن جبیر کی تفسیر کے مطابق آیت میں لفظ "صوت" سے مراد گانا بجانا لہو و لعب اور فضول اور بے کار قسم کے کام ہیں۔ (روح المعانی صفحہ ۱۱۱ جلد ۱۵) ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قول میں "بصوتك" سے مراد ہر وہ چیز جو گناہ اور نافرمانی کی طرف بلائے۔ علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں! اور یہ بات معلوم ہے کہ گناہ کی طرف بلانے والی چیزوں میں سب سے بڑھ کر گانا ہے اور اسی وجہ سے شیطان کی آواز کی تفسیر گانے سے کی گئی ہے۔ (اغاثۃ اللهفان صفحہ ۲۵۵ جلد ۱۰)

اس سے معلوم ہُوا کہ گانا بجانا راہِ راست سے ہٹانے کے لیے شیطان کے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو سیدھے راستے سے بھٹکا کر غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے۔

۳ - سورۃ النجم میں فرمایا۔ (ترجمہ) کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کپاٹیاں کرتے ہو۔ اس پر صاحبِ لسان العرب ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سمود کے

کے معنی گانا کے ہیں۔ اور لغتِ حمیر کے مطابق ہے۔ چنانچہ "اَسْمُدِیْ لَنَا" کے معنی ہیں "غنی لنا" اور جب کسی گانے والے سے کہا جاتا ہے اسمدینا تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ ہمیں گانا سنا کر مست کر دو۔ (لسان العرب صفحہ ۲۰۴ جلد ۴)

اس کی تشریح یہ ہے کہ مشرکین جب قرآن کی آواز سنتے تو بیزاری ظاہر کرنے کے لیے گانا شروع کر دیتے۔ چنانچہ آیت مذکورہ کی تشریح میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مشرکین جب قرآن سنتے تو اس سے بیزاری ظاہر کرنے کے لیے گانا شروع کر دیتے۔ (رُوح المعانی صفحہ ۷۲ جلد ۲۷)

غنا، رقص، ناچ و گانے کے سلسلے میں چند احادیث نبوی ﷺ ملاحظہ ہوں۔

ابومالک اشعریؓ نے بتایا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ عنقریب میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنا دے گا۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک رات کسی شخص کے گانے کی آواز سُنی تو آپؐ نے فرمایا اس کی نماز مقبول نہیں۔ اس کی نماز مقبول نہیں۔ اس کی نماز مقبول نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، گانا بجانا سننا معصیت (گمراہی) ہے۔ اس کے لیے بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے۔ (رد المختار صفحہ ۲۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں بانسریاں (آلاتِ موسیقی) توڑنے کے واسطے بھیجا گیا ہوں۔ (وکنز العمال صفحہ ۲۲۵ جلد ۷)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے۔ جس طرح پانی کھیتی اگاتا ہے۔

(البیہقی صفحہ ۲۲۳ - جلد ۱۰)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دوسرے الفاظ میں اس طرح ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گانا بجانا سننے سے بچو اس لیے کہ یہ دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی کھیتی اُگاتا ہے۔ (رواہ ابن الصغری فی المالیہ)

یہاں تک تو آپ نے غناء کے بارے میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا ہے۔ اب فقہا کرام کی آرا بھی ملاحظہ ہو۔

صاحب بدائع ملک العلماء علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں۔

جس مغنی کے گرد لوگ گانے کے مزے لینے کے لیے جمع ہو جاتے ہوں وہ عادل نہیں (فاسق ہے) خواہ شراب بھی نہ پیتا ہو کیونکہ وہ بدکاروں کا سرغنہ ہے۔ (بدائع صفحہ ۲۶۹ جلد ۶)

صاحب ہدایہ شیخ الاسلام علی بن ابی بکر نے لکھا ہے۔

مغنی کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ وہ لوگوں کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے لیے اکٹھا کرتا ہے۔

(کتاب الشہادۃ صفحہ ۱۶۱ - جلد ۳)

محقق ابن ہمام شارح ہدایہ اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فقہا نے اسکی تشریح کی ہے کہ لہو ولعب یا مال کمانے کیلئے گانا بالاتفاق حرام ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۸۱ جلد ۲)

اجتماعی ذکر

لاہور

مقام	دن	وقت
○ اویسیہ ۔ کالج روڈ ٹاؤن شپ	روزانہ	صبح وبعد مغرب
○ مسجد حنفیہ، رحمان گلی نزد پرانا کراؤن اڈہ	جمعہ	۸ بجے صبح
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر لاہور کینٹ	ہفتہ و منگل	بعد مغرب
○ مسجد خضریٰ سمن آباد	سوموار	"
○ مسجد شان اسلام بی ۔ ۲ گلبرگ ۳	روزانہ	"
○ مسجد دار الشفقت، چوک یتیم خانہ، ملتان روڈ	"	صبح وبعد مغرب
○ مسجد نور ۔ چوک دار وغہ والا ۔ واہگہ روڈ	"	بعد مغرب
○ اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج سامنے ...	"	"
○ مسجد کھجور والی سید مٹھا بازار ۔ اندرون لوہاری گیٹ	"	"
○ ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۶ ۴ وَن پورہ کشمیری محلہ	"	"

گجرات و کھاریاں

مقام	دن	وقت
○ کوٹھی جناب ملک صاحب گجرات	ہر ماہ کا تیسرا جمعہ	۱/۲ ۱۰ بجے صبح
○ فرید کارز شاپ کھاریاں کینٹ	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○ عسکری مسجد، ساؤتھ کالونی کھاریاں	سوموار	بعد مغرب

بورے والا ۔ وہاڑی

مقام	دن	وقت
○ جامعہ انوار القرآن چک ۱۴۲/E-B	ہر ماہ کا تیسرا جمعہ	بعد مغرب

نوشہرہ (سرحد)

مقام	دن	وقت
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر ۔ طفیل روڈ	جمعرات	بعد مغرب
○ مسجد درزیاں ۔ کیولری روڈ	روزانہ	"
○ مسجد ایم ۔ ای ۔ ایس ۔ طفیل روڈ	اتوار و بدھ	"
○ مسجد میڈیکل سٹور ۔ مانکی روڈ	پیر و منگل	"

چترال

مقام	دن	وقت
○ مسجد سید آباد ۔ چترال	روزانہ	فجر و عصر
○ مسجد جامع پرانا بازار ۔ دروش	منگل	ظہر
○ مسجد اتالیق بازار، چترال	جمعہ	بعد نماز جمعہ
○ نیو مسجد دار العرفان، بمبریت	روزانہ	صبح و شام
○ مسجد سکندر، میر کھنی	"	"

فیصل آباد

مقام	دن	وقت
○ گول مسجد پی ڈبلیو ڈی بالمقابل اڈہ جی ٹی ایس	ہر ماہ کی پہلی اور تیسری جمعرات	بعد مغرب

گوجرہ

مقام	دن	وقت
○ مسجد الخضرا ۔ پرانی غلہ منڈی	ہر ماہ کی دوسری جمعرات	بعد مغرب

ٹوبہ ٹیک سنگھ

مقام	دن	وقت
○ مرکزی جامع مسجد	روزانہ	بوقت تہجد وبعد مغرب
وضلعی ماہانہ اجتماع	ہر ماہ کا آخری بدھ	

کراچی

مقام	دن	وقت	
○ جامع مسجد ابوبکر صدیق رضؓ فیز II ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی	ہر جمعرات	بعد نماز مغرب	کرنل محبوب صاحب ۵۴۴۹۹۰
○ جامع مسجد عثمان بن عفان رضؓ محمد علی سوسائٹی، کراچی	ہر جمعہ	بعد نماز جمعہ	"
○ مسجد طوبیٰ فیز I ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی	روزانہ	بعد نماز مغرب	"
○ جامع مسجد اسکول آف آرمی ایئر ڈیفنس ملیر کینٹ کراچی	روزانہ	بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب	کیپٹن خورشید احمد ۵۴۴۱۲۴
○ جامع مسجد KARSAZ زیری	روزانہ	بعد نماز مغرب	چوہدری بشیر احمد KARSAZ
عالمگیر مسجد، ماڈل کالونی ۔ کراچی	روزانہ	بعد نماز مغرب	چوہدری شبیر احمد ۴۰۱۵۴۴
○ جامع مسجد مدینہ، بلال کالونی، کورنگی کراچی	روزانہ	بعد نماز تہجد اور بعد نماز مغرب	مفتی عبدالمنان صاحب
○ نیول کالونی، ڈالیاں SRE III کوارٹر نمبر ۱۱۳/۵	روزانہ	"	قاضی محمد اسلم صاحب "
○ اویسیہ سفریات الکرم اسکوائر لیاقت آباد نمبر ۱	روزانہ	بعد نماز مغرب	غلام مصطفےٰ صاحب ۶۷۲۰۱۲

کراچی کے احباب رابطے کے لیے کسی بھی وقت اور کسی بھی مندرجہ بالا فون نمبروں پر بات کر سکتے ہیں۔

LOVE OF THE PROPHET

(PEACE BE UPON HIM)

OUR CLAIM AND CONDUCT

(Mulana Mohammed Akram Awan)

A Muslim holds a rational as well as an emotional relationship with the Holy Prophet (Peace be upon him). Our Prophet is, both, a guide and a symbol of human excellence, in thought and practice, and therefore he is the most beloved for Muslim.

But love has its own decorum and obligations. By far the most important of such obligations is the total surrender to the will of the beloved. There is no scope either for artificiality or superficiality. Although many Muslims may claim their allegiance to the Prophet's message, but a critical appraisal of our belief woefully fall short of our claim. consider a Muslim, who claims his allegiance to Allah and His Messenger (Peace be upon him) but bows his head before every idol that he comes across. His heart is the seat of idol worship. These are the idols he has carved himself and represent his low desires, baseless traditions and customs. A Muslim today has degenerated into idol worship, yet vainly regards himself as the votary of Allah and His Messenger (Peace be upon him). This is evident from his divergence from the way of Allah's Messenger (Peace be upon him). According to the Hadith: "He has no love for the Messenger's way is not among the Muslims". Also according to Quran: "He who follows the Messenger, follows Allah".

But it requires a sincere

heart to understand the implication of this statement. Unfortunately, our hearts have hardened and we are ready to accept anything but the truth. Our thoughts, our actions, our innerself and our outerself are in no way a remote reflection of our love for Allah and His Messenger (Peace be upon him). The love basically implies a sincere obedience. According to our Holy Prophet (Peace be upon him) there is a lump of flesh in the human body, if it is in order, the entire body is in order. If that organ is in disorder the entire body is in disorder. And that lump is the heart. It is therefore necessary that we organize sessions in which we remind ourselves of our duty to Allah and His Messenger(Peace be upon him), so that we revive our dead hearts, and re-invigorate them to be receptive to Allah's Messange, which is the sole object of our love for the Holy Prophet (Peace be upon him).

Allah's complete and final Message has been conveyed to us through Quran and the Sunnah. It is our duty to revive our knowledge of Allah's Message as exemplified by our Holy Prophet (Peace be upon him). It is really strange that while the knowledge of Allah's Message is equally beneficial to everyone, we find an appalling diversity in our actions. How can our actions be different when we are all beneficiaries of the same source of knowledge and guidance? It may be so because of our lack of sincerety and devotion in acquiring the true knowledge and translating it into practice. Although the rain can be equally beneficial to all regions of the earth, but practically it is not so. The effect of rain on a region depends on its intrinsic capability to absorb the rain and benefit from it. An arid terrain remains barren despite the rain, as a closed heart remains unbenefitted from the guidance of Allah. It is true that we have made our hearts barren and unavailable for the knowledge to penetrate them. Allah speaks of such people in the Quran: "Allah has put a seal on their hearts, on their ears, and on their eyes is laid a thick curtain".This is because of our own negligence and willful ignorance.

Most of us were blessed to be born in Muslim homes, with the light of faith, but our aversion to the path of Allah, as defined by the Sunnah of our Holy Prophet (Peace be upon him), has only pushed us into

ignorance. Consequently, in the guise of the Prophet's Sunnah we have innovated unfounded traditions and practices which are in fact diametrically opposed to the Sunnah itself. There is no scope of innovation after our Prophet (Peace be upon him) has clarified every matter through his personal examples. It is therefore, our duty to revive the true Sunnah of our Prophet (Peace be upon him) and give up innovations,. This is the only way to secure the best of the two worlds. Our waking and sleep, our friendship and enmity, our affairs, be they domestic or social, all should be subservient to the will of Allah. This is in fact the real success and honor, the glory of which can not be discerned by our limited mental power.

But if we introspect ourselves and look at our way of life, it is full of hypocrisy. We are hardly Muslims today. With our degenerating faith and our decaying Islamic conduct, we now take pride in imitating un-Islamic practices and customs. Our life-style, dress and habits, every thing is but Islamic. The most deplorable thing is, we have not only deviated from the Islamic way, but take pride in following the way of disbelievers. The love for the un-Islamic code is so strong that the people are on the constant lookout to find new ways which can bring them even closer to the disbelievers. But here lies our hypocrisy. While we do everything that is un-Islamic, we do not want to give up our claim of Islam. This adherence to faith, although self damaging and self-deceiving, is caused by a false notion that it is not proper to give up one's heritage.

The Quran, while it appeals to rationale and reason, it lays down that the faith and guidance reside in the heart. Those who fill their hearts with avarice and wordy pleasures, may not damage their physical health, but indeed their hearts begin to decay and die. And this is because of their own lack of respect for Allah's Order and their disregard of their duties to Allah. It is their sumbission to the devil and his carnal inticements. As Quran says: "Allah is the friend of those who believe, He leads them to light out of darkness. Those who disbelieve, their guide is the Shatan, who leads them to darkness out of light".

During the lifetime of our Holy Prophet (Peace be upon

him), there were people, who rejected the truth after hearing it directly from him and chose to remain disbelievers. We are not better than those wretched people. While we take pride in claiming Islam by our tongue, our actions belie our claims. Why are people so paradoxical in their thoughts and actions? Their thoughts are morbid. Their reasoning is confused. They hear but their hearing is impaired to perceive the truth. With this begins the decay of heart. Due to the deviation from truth and disobedience to Allah, the heart is blotted away, bit by bit until it becomes impervious to the truth and is completely sealed off.

Every person has a direct relationship with his Lord. This relationship is implicit and confidential and no one else can know about it. Every good or bad deed is recorded very accurately and nothing is neglected. On the Day of Judgement, when every person is judged either to be rewarded with Paradise or punished with Hell, then Allah's Mercy will allow our beloved Prophet (Peace be upon him) to intercede and take out from the Hell fire, every soul that had possessed even an iota of faith in Allah and His Messenger (Peace be upon him).

However, there is a category of people about whom Allah advised His Prophet (Peace be upon him) not to bother. No effort to bring them to the right path could avail them. Allah says that He has sealed the hearts of those people because of their callousness and willful rejection of truth. It is this stage of the heart when the facts appear as fictions, and the truth as falsehood. There is no one to blame but the rejectors of truth themselves.

. To the lovers of truth, recitation of Quran, in the proper way, evokes a feeling of closeness to truth and the time seems to be transfixed. The universe is drawn into a point and the votary of Allah experiences the sublime bliss from his obedience to Allah and His Messenger (Peace be upon him).

Revival of heart is very crucial to a Muslim because if the heart is not suffused with the Truth, it allows lowly desires to occupy it. But how carelessly we are allowing our hearts to decay in their power to accept and retain the truth. Such that we are ready to denounce the significance of

him), one may place the advice of others over the Prophet's Message. The absolute love to be shown to the Holy Prophet (Peace be upon him) is due to the absolute Truth that he conveys to us.

It is time we bind ourselves in the love of Allah through our devotion to the message brought to us by our beloved Prophet Muhammad (Sall Allaho Alahi wa sallam). Let the love of Allah be the guiding factor in our lives and in everything that we do. Let our hearts be filled with Allah's pure love and our lives be governed by the examples set by His Prophet (Peace be upon him) for us. Let us seek the bounties of this world and learn to harness the resources and the forces of nature for our benefit. But this pursuit should only bring us closer to Allah and His Messenger (Peace be upon him). Let not the glamour of the worldly p leasures blind us to the Truth.

Islamic injunctions. While we do read the Quran, we do it only as though we are reading a book of fiction. This certainly does affect our actions. In this way, while our hearts are not totally dead, they cannot be regarded as alive, because their capability to recognize and re-instate the truth firmly, is no more active.

The love for Allah's Message is strongly presented in the Quran. Allah says: "Say, if you love Allah, follow me (the messenger of Allah), then Allah will love you". According to Hadith: "No one among you can be a true believer, unless he regards me dearer than his father, his sons, and entire mankind". This implies that unless one loves the Holy Prophet (Peace be upon him) above every one else, one will not realize the truth of the Message conveyed by him. If someone loves his father or sons, or friends more than the Holy Prophet (Peace be upon